کتابت مصاحف اور علم الرسم

حافظ احمد یار

۱ ـ ,, الجمع الصوتی الاول للقرآن ،، کے مؤلف ڈاکٹر لبیب السعید نے اپنی کتاب کی تمہید میں علامه عبدالله یوسف علی کے ترجمه قرآن کے دیباچه سے یه عبارت (بصورت ترجمه) نقل کی ہے :

,, لیس فی الدنیا کتاب وضعت فی خدمته مثل هذه الکثرة من المواهب التی وضعت فی خدمـة القرآن ـ ولا مثل هذه الوفرة من العمل والوقت والمال ،،(۱) ـ

اصل انگریزی عبارت یوں ہے :

"There is no book in the world in whose service so much talent, so much labour, so much time and money have been expended as has been the case with the Quran(2)

خدمت قرآن کے بیسیوں میدان اور مطالعۂ قرآن کے سینـکڑوں عنوان هیں ـ اور قرآن کریم سے متعلق یه ,, عملی میدان،، اور ,, علمی عنوان ،، متعدد تحریکات اور سینکڑوں ـ تالیفات کو وجود میں لائے هیں ـ ان میں سے ایک اهم اور بنیادی میدان ہے ، النص القرآنی (کلمات قرآن) کی (محصف میں (۳)) کتابت ـ اور اسی (کتابت مصحف) کے قواعد و ضوابط کے بیان کا علمی عنوان ہے ,,علم الرسم،،ـ

اور اس علم کا مختصر سا تعارف ھی اس مقاله کا موضوع ہے۔

۲ ۔ عربی زبان میں ,,لکھائی،، کے لئے متعدد (قریباً) ھم معنی الفاظ استعمال ھوتے ھیں ۔ مثلاً الکتابة ، الخط، الزبر، السطر، الرقم، الرشم (بالشین)، الرسم اور الھجاء وغیرہ (۴) ۔ ان میں سے قرآن کریم کی کتابت کے ضمن میں لفظ ,,خط،، سے عموماً خطاطی اور خوشنویسی کا بیان اور اس کی تاریخ مراد لی جاتی ہے ۔ اور یہ خطاط اور مؤرخ خط کا میدان ہے ۔ اور ,,الھجاء،، اور ,,الرسم،، (اور اس کے مشتقات) اور ان پر مبنی بعض تراکیب، املاء قرآن (۵) کے اصول و قواعد کے معنوں میں ایک علم اور فن کا اصطلاحی نام بن چکے ھیں ۔

گزشتہ چودہ صدیوں میں اس علم کے نام کے لئے مختلف الفاظ استعمال کئے جاتے رہے ھیں ۔ مثلاً ابتداء میں تو کتابت یا خط کے لفظ ھی سامنے آئے (٦) پھر آگے چل کر مختلف اسباب و عوامل کی بنا پر اس کے لئے ,, ھجاء،، کا استعمال شروع ھوا ۔ مثلاً ,,ھجاء المصاحف،، ,, ھجاء مصاحف الامصار ،، ، ,, ھجاء التنزیل ،، وغیرہ ۔ لفظ ,,الھجاء،، کے لفظی معنی ھیں ۔ حرفوں (کے ناموں) کی ابتدائی آوازوں سے لفظ بنانا ۔ مثلاً بکر کا ھجاء ,, ب ک ر ،، ہے اس طرح ھجاء المصاحف کا مطلب ھوا ، قرآن کے لفظوں کو لکھنے کے لئے ان کے حرفوں کو ترتیب وار گن کر باھم جوڑنے کا طریقه یا اس کے قواعد ۔

قریباً پانچویں صدی ھجری سے لفظ ,, الرسم ،، اور ,, مرسوم ،، کا استعمال شروع ھوا مثلاً ,, رسم المصحف ،، ، رسم مصاحف الامصار ،، ، مرسوم المصاحف ،، ، ,, رسم القرآن ،، ، مرسوم خط التنزیل وغیرہ ۔ ابن خلدون (ت ۸۰۸ ھ) نے اسے فن الرسم اور الرسم المصحفی لکھا ہے (۷) ۔ قلقشندی نے اسے المصطلح الرسمی اور الاصطلاح السلفی کہا ہے (۸) ۔

گیارھویں بارھویں صدی ھجری سے ,, رسم " کے ساتھ (ترکیب میں) حضرت عثمانؓ یا ان کی طرف منسوب مصاحف کا نام زیادہ استعمال ھونے لگا مثلاً ,, رسم المصاحف العثمانیه" ، ,, رسوم مصاحف عثمان" ، ,, رسم المصحف الامام " اور ,, الرسم العثمانی " وغیرہ ۔ آج کل اس کے لئے جامع اصطلاح ,, علم الرسم " یا صرف ,, الرسم " اختیار کی جاتی ہے ۔ اس لفظ کے علی الاطلاق استعمال کی صورت میں ۔ یعنی کسی توصیفی یا اضافی ترکیب کے بغیر ۔ بھی اس سے مراد ,, رسم المصحف " ھی ھوتا ہے ۔ اردو میں اس کے لئے ,, رسم قرآن " ، ,, قرآنی رسم الخط " ، یا ,, رسم عثمانی " (۹) کے الفاظ اور فارسی میں ,, املاء قرآن " اور بعض دفعه ,, رسم مصحف " کی اصطلاح کا رواج ہے ۔

الرسم کے لفظی معنی ھیں اثر یا نشان ۔ اور اس کی جمع رسوم (آثار ۔ نشانات) آتی ہے ۔ غالباً قرآن کریم کی کتابت کے آداب و قواعد کے لئے اس لفظ کے مختص ھو جانے کی ایک وجه یه بھی ہے که اس میں عہد نبوی اور عہد راشدین کی کتابت اور طریق املاء کو ایک یادگار کے طور پر محفوظ کر لینے کا تصور شامل ھو گیا ہے ۔ اسی تاریخی پہلو کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ,, علم الرسم " کی تعریف ھی ,, الخط المرسوم فی المصاحف العثمانیه " سے کی جاتی ہے (۱۰) اور اسے رسم عثمانی کہنے کی بنیاد بھی تاریخی ہے ۔

چونکه املاء قرآن بعض باتوں میں عام عربی املاء سے مختلف ہے اس لئے دونوں کا فرق واضح کرنے کے لئے بعض دفعه عام املاء کے لئے بھی ,, رسم " کا لفظ استعمال کر لیا جاتا ہے مگر ترکیب کے ساتھ مثلاً [الرسم القرآنی یا الرسم الاصطلاحی کے مقابلے پر] الرسم الاملائی ، الرسم القیاسی یا الرسم المعتاد کہه لیتے ھیں (۱۱) ۔ اور ان دونوں کے باھمی فرق اور اختلاف کی وجه سے علم الرسم کی

منطقی حد (تعریف) یوں بیان کی جاتی ہے ,, هو علم تعرف به مخالفات خط المصاحف العثمانية لاصول الرسم القياسى.(١٢) [علم الرسم وہ علم ہے جس کے ذریعے مصاحف عثمانیہ کی املاء میں رسم قیاسی کی مخالفت اور اختلافات کا پتہ چلتا ہے] ۔

۳ ۔ علم الرسم کی مندرجہ بالا تعریف اور تعارف سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا تعلق حضرت عثمانؓ اور ان کے مصاحف سے ہے اور یہی وجہ ہے کہ علم الرسم کی تمام کتابوں میں سب سے پہلے جمع و تدوین قرآن کے تین معروف مراحل یعنی عہد نبوی ۔ عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں اس عمل کے دواعی اور اس کی کیفیت سے بحث کی جاتی ہے ۔ قران کریم کے اس عثمانی ایڈیشن یعنی مصاحف عثمانیہ کی تیاری ایک معروف واقعہ ہے ۔ یہاں اس کی تفصیلات میں جانا باعث طوالت ہوگا نیز اس وقت همارا اصل مرکزی موضوع بھی یہ نہیں ہے ۔ تاهم چونکہ ,, علم الرسم ،، کی بنیاد یہی مصاحف عثمانیہ بنے ، اس لئے اصل موضوع (الرسم) کی مناسبت سے ان مصاحف کے بارے میں چند امور قابل ذکر ھیں :۔

(۱) حضرت عثمانؓ کا زمانہ خلافت محرم ۲۴ ھ تا ذی الحجه ۳۵ھ یعنی بارہ سال ہے ۔ اس دوران حضرت عثمانؓ کا یہ مصاحف کی تیاری والا کام کب شروع ہوا ؟ اور کب اختتام کو پہنچا ؟ اس بارے میں مختلف روایات ھیں ۔ تاریخی بحث کی تفصیل میں گئے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کام ۲۵ ھ تا ۳۰ ھ کی درمیانی مدت میں ھی مکمل ہو گیا تھا (۱۳) ۔ گویا یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ۱۵ تا ۲۰ سال کے اندر اندر ۔ اور غار حراء میں پہلی وحی کے نزول سے پچاس سال سے بھی کم عرصے میں (۱۴) سرانجام دیا جا چکا تھا ۔

(۲) ان مصاحف کی کتابت میں سب سے اهم کردار حضرت زید بن ثابت کا تھا ۔ انہوں نے عہد نبوی میں بھی کتابت وحی کا کام کیا تھا ۔ عہد صدیقی میں قرآن کریم کی صحف [چھوٹے چھوٹے اجزاء ۔ جن میں سے هر ایک جزء کم از کم ایک سورت پر مشتمل تھا (۱۵)] میں مکمل کتابت میں بھی ان کا بڑا حصه تھا ۔ اس ۱۵ ۔ ۲۰ سال کے عرصے میں عربی املاء کے اصول و قواعد میں کوئی تغیر رونما نہیں هوا ۔ [یه تغیرات پہلی صدی هجری کے اواخر میں سامنے آتے هیں] ۔ اور اهم کاتب بھی ایک هی آدمی رها ۔ اس لئے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے که حضرت زیدؓ بن ثابت یا ان کے ساتھ کام کرنے والے کمیٹی کے دوسرے ارکان نے مصاحف عثمانیه کی کتابت اسی طریق املاء کے مطابق کی جو اس وقت حجاز خصوصاً مدینه منوره میں رائج تھا ۔ اور یه طریق املاء یقیناً عہد نبوی میں رائج خط اور املاء سے مختلف نہیں تھا ۔

(۳) مصاحف عثمانیه نقط اور اعجام سے معرّی تھے ۔ اس لئے هر نسخه کے ساتھ پڑھانے والا ایک مستند قاری بھی بھیجا گیا تھا ۔ عہد نبوی سے هی تعلیم قرآن کی بنیاد محض تحریر پر نہیں بلکه تلقی اور سماع پر رکھی گئی تھی ۔ لوگوں نے اپنی روزانه تلاوت کے لئے اپنے علاقے کے صدر مقام پر بھیجے گئے مصاحف عثمانیه سے اپنے لئے مصاحف تیار کرنا اور کرانا شروع کر دیئے ۔ اب هر نیا مصحف، مصاحف عثمانیه میں سے کسی ایک ۔ یا ان سے هوبہو نقل کرده کسی ایک نسخه (مصحف) ۔ کی صحیح نقل هوتا تھا ۔ قرآن کریم کی درست قراءت استاد کی شفوی تعلیم پر ۔ اور قرآن کی درست کتابت مستند اصل سے هوبہو نقل پر ۔ منحصر تھی ۔ مصاحف عثمانیه کی اس هوبہو نقل کو هی مصاحف عثمانیه کے رسم (طریق املاء) کا التزام کہا جاتا ہے ۔

(۴) حضرت عثمانؓ نے کتنے مصاحف تیار کرائے تھے اور وہ کس کس شہر میں بھیجے گئے ؟ روایات میں ان کی تعداد چار سے آٹھ تک بیان کی گئی ہے (١٦) دو نسخے (مصحف) تو مدینہ منورہ میں رہے ایک پبلک کے لئے مسجد نبوی میں رکھا گیا اور ایک حضرت عثمانؓ کی ذاتی نگرانی میں رہا ۔ جسے المصحف الامام بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ ، کوفہ، بصرہ اور دمشق میں ایک ایک مصحف (مع قاری) بھیجا جانا ثابت ہے۔ [چار مصاحف والی روایت میں غالباً صرف ان مصاحف کی بات کی گئی ہے جو مدینہ منورہ سے باہر بھیجے گئے تھے ۔] ۔ کہتے ہیں کہ ایک ایک نسخہ یمن اور بحرین کے لئے بھی بھیجا گیا تھا ۔ بلکہ بعض نے بحرین کی بجائے مصر میں ایک نسخے کے بھیجے جانے کا ذکر بھی کیا ہے (١٧) ۔ تاہم جن مصاحف عثمانیہ سے نقل ہو کر مزید مصاحف تیار ہوئے ۔ اور جن کے رسم کا گہری نظر سے لفظ بہ لفظ ۔ بلکہ حرف بحرف ۔ تنقیدی اور تقابلی مطالعہ کرکے ,,علم الرسم،، کی بنیاد رکھی گئی، اس میں صرف پانچ مقامات کے مصاحف عثمانیہ [یا ان سے تیار ہونے والے مصاحف]کا ذکر کتب رسم میں کیا جاتا ہے۔ یعنی مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور دمشق کے مصاحف (١٨) ۔

(۵) جغرافیائی اعتبار سے اسلامی مملکت کے مختلف حصوں کے لئے ان ارسال کردہ مصاحف عثمانیہ کی مرکزی حیثیت کچھ اس طرح مقرر کر دی گئی یا عملاً ہوگئی ۔ کہ مکہ اور مدینہ کے مصاحف تمام جزیرہ نمائے عرب کے لئے ۔ بصرہ اور کوفہ کے مصاحف تمام مشرقی علاقوں کے لئے اور دمشق کا مصحف شام کے علاوہ تمام مغربی (افریقی) علاقوں کے لئے ۔ نئے مصاحف کی تیاری کے لئے اصل کا کام دینے لگے ۔ ان مصاحف ۔ اور اُن کی نقول کو مکی ، مدنی، کوفی، بصری اور شامی کے نام سے یاد کیا جانے لگا ۔

(٦) آگے چل کر علماء رسم نے مختلف مصاحف کے ذکر کے لئے کچھ اصطلاحات مقرر کر لیں ـ مثلاً مدینه منوره کے دونوں نسخوں (خاص اور پبلک والے) کا ذکر کرنا ھوتا تو ,, مدنیین،، کہتے اور ,,مدنیین،، اور مکی (یعنی تینوں کا) ذکر کرنا ھوتا تو ,, الحجازیه،، یا ,,الحرمیة،، کہتے ـ اور کوفی اور بصری (دونوں) کے لئے مجموعی طور پر ,,العراقیین ،، کی اصطلاح استعمال کرتے ـ تاھم یه اصطلاحات اس وقت استعمال کرتے جب اصل مصاحف عثمانیه مراد ھوتے اور اگر ان سے تیار ھونے والی نقول مراد ھوتیں تو صرف مصاحف عراق، مصاحف اھل الشام وغیرہ کہه کر ذکر کیا جاتا (۱۹) ـ کتب الرسم میں ان اصطلاحات کا استعمال عام ہے ـ

۴ ـ ان مراکز خمسه میں سے ھر ایک مرکزی شہر میں وھاں قیام پذیر صحابہؓ کے ھاتھوں قراء کی ایک ایسی جماعت تیار ھوئی جو قراءت کے ساتھ رسم الکلمات (کا طریقه) بھی بیان کرتے تھے یعنی ادھر بھی توجه دلاتے تھے ـ نقط و اعجام سے معرّی مصحف سے قراءت روایت کی بنا پر اور استاد سے بالمشافه ھی سیکھی جا سکتی تھی ـ تاھم اس مروی قراءت کے مطابق اپنا (ذاتی) مصحف تیار کرنے کے لئے مصاحف عثمانیه میں سے کسی ایک سے یا اس سے نقل شدہ کسی مصحف سے نقل مطابق اصل کئے بغیر بھی چارہ نه تھا ـ کیونکه باجماع صحابہؓ یہی مصاحف صحت کا معیار قرار پائے تھے ـ اس طرح شروع سے ھی قراءت اور رسم ساتھ ساتھ چلے ـ

اور یه ,, نقل مطابق اصل ،، کا کام اس لئے بھی ضروری تھا یا یوں کہئے که ,, نقل صحیح ،، کے اس عمل سے یه بات بھی سامنے آنے لگی تھی که مصاحف عثمانیه میں ایسے کلمات بھی ھیں ، جن کی کتابت میں کوئی یکساں اصول اختیار نہیں کیا گیا تھا مثلاً لفظ ,,کتاب،، کہیں الف کے ساتھ اور کہیں بحذف الف (کتب) لکھا گیا

تھا ۔ یا مثلاً لفظ ,, نعمة ،، یا ,, رحمة ،، عموماً تو تائے مربوطة (ۃ) کے ساتھ ھی لکھے گئے مگر بعض مقامات پر تائے مبسوط (ت) کے ساتھ لکھے گئے تھے ۔ اور ایک ھی مصحف کے اندر اس قسم کے تفاوت اور اختلاف کی متعدد صورتیں موجود تھیں ۔ آگے چل کر ایسے تمام مقامات کا حصر اور کتابت مصاحف میں اس فرق کو برقرار رکھنا علم الرسم کا ایک اھم مسئلہ بن گیا ۔

۵ ۔ جیسا کہ ابھی بیان ھوا صحابہؓ نے مصاحف کی کتابت اپنے زمانے کے رائج ,, طریق املاء ،، یا رسم کے مطابق ھی کی تھی ۔ اس زمانے میں یہی طریق املاء عام کتابت کے لئے بھی استعمال ھوتا تھا اور یہ طریقہ تابعین (بلکہ تبع تابعین) کے دور تک جاری رہا (٢٠) ۔ کہ قرآنی املاء اور عام عربی املاء میں کوئی فرق نہیں ھوتا تھا ۔ ایک لفظ جس طرح قرآن میں لکھا جاتا تھا ۔ شعر و ادب میں یا کسی سرکاری یا ذاتی مراسلات وغیرہ میں بھی اسی املاء کے ساتھ لکھا جاتا تھا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس زمانے کی قرآنی املاء (یا رسم) کے بعض طریقے عام عربی املاء میں اس طرح رچ بس گئے کہ اس کی بعض یادگاریں عام عربی املاء میں اب تک محفوظ ھیں ۔ ان میں سے بعض کا ذکر ابھی آگے چل کر آئے گا ۔

٦ ۔ جب کوفہ اور بصرہ کی چھاؤنیاں علمی مرکز کے طور پر ابھریں اور یہاں عربی زبان و لغت اور شعر وادب کے ساتھ ساتھ صرف اور نحو کے علوم کی ایجاد اور تدوین ھوئی ۔ اور علمی ، سرکاری اور روزمرہ کی سطح پر عربی زبان میں کتابت کی بھی بکثرت ضرورت پڑنے لگی ، تو علماء وقت نے عربی املاء کو صرفی اور نحوی اصولوں کی روشنی میں یکساں اور کلی قواعد کے ماتحت کرنا ضروری سمجھا ۔ اور اس کے لئے بنیادی طور پر املاء کلمات میں ,, صوتی اصول ،، (The Phonetic Principle) یعنی لفظ کو اس کے

نطق یا تلفظ کے مطابق لکھنے کا اصول اختیار کرنے کو ترجیح د ی گئی ۔ مثلاً یہ کہ :

أ ۔ الف لینہ متوسطہ کو ھمیشہ بصورت الف ھی لکھنا چاھیئے (۲۱) اس لئے جو واو صرفی تعلیل کی بنا پر الف میں بدل جائے (بلحاظ تلفظ) اسے لفظ میں بصورت الف ھی لکھنا چاھیئے اس قاعدے کے تحت ,,صلوة،، کو صلاة اور ,, نجوة ،، نجاة لکھنا بہتر سمجھا گیا ۔

ب ۔ اسی طرح واو جمع کے بعد زائد الف لکھنا تو تسلیم کر لیا گیا (مثلاً ضربوا اور قالوا میں) ۔ مگر کسی ناقص واوی کے صیغہ مضارع واحد غائب (مثلاً یدعو، یمحو) میں واو کے بعد الف لکھنا غلط قرار دیا گیا (۲۲) ۔

ج ۔ اسی (الف لینہ متوسطہ) والے قاعدے کے تحت جمع مؤنث سالم کی آخری ,, ت ،، سے پہلے الف لکھنا بھی ضروری سمجھا گیا (مسلمات ، حسنات میں) ۔

د ۔ اسی طرح صیغہ جمع مؤنث غائب کے ساتھ التباس سے بچنے کے لئے ماضی جمع متکلم میں بھی آخر پر الف کا لکھنا ضروری قرار پایا۔ اس قاعدے کی بنا پر ھی ,, انزلنہ ،، کو انزلناہ ،، کی شکل میں لکھنے لگے وغیرہ وغیرہ ۔ قرآن کریم میں پہلی شکل استعمال کی گئی تھی ۔

اس طرح صرفی اور نحوی قواعد کی روشنی میں ھجاء اور املاء کے قیاسی قواعد کے ارتقاء کا ایک دور شروع ھوا اور اس کے اصول و قواعد میں تغیر و تبدل اور اصلاح و ترمیم کا عمل جاری رہا ۔ (۲۳) [اور کسی حد تک یہ اب بھی جاری ہے] اور اس فن یعنی املاء قیاسی کے اصول وقواعد پر مشتمل مستقل کتابیں لکھی جانے لگیں(۲۴) ۔

املاء قیاسی کی اصلاح اور اس کے انضباط کی اس صرفی و نحوی مہم کے نتیجے میں لوگوں نے بہت سے کلمات کا قدیم ھجاء اور املاء ترک کر دیا اور ان کو نئے اصولوں کے مطابق لکھنے لگے (٢٥) تاھم رسم قرآنی کو ان قواعد کے تحت لانے کو قبول نہیں کیا گیا اور قرآن کریم کی کتابت بدستور ,, نقل مطابق اصل ،، کے اصول پر برقرار رکھی گئی ۔ اس طرح قرآن کریم میں لوگوں کو ان قواعد نحو کی ,,خلاف ورزی،، کی بکثرت مثالیں نظر آنے لگیں ۔ حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ قرآنی رسم تو کبھی ان قواعد کے تابع تھا ھی نہیں ۔

٧۔ املاء اور ھجاء کے قدیم اصولوں میں ان تبدیلیوں اور اصلاحات کے باوجود ، کُتّاب مصاحف کے ھاں عثمانی مصاحف کے طریق املاء یا رسم الخط کا اتباع جاری رہنے کی کچھ وجوہ تھیں ۔ مثلاً :

الف ۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ تھی کہ اس ,,رسم ،، میں اب ایک طرح سے تبرک اور تقدیس کا پہلو پیدا ھو گیا تھا ۔ [اور رسم قرآنی کا یہ پہلو کبھی بھی نظروں سے اوجھل نہیں ھونے دیا گیا] ۔

ب ۔ دوسرے ایک طویل عرصے کے استعمال سے کُتّابِ مصاحف اس طریق املاء سے مانوس بھی ھو گئے تھے (٢٦) ۔

ج ۔ تیسرے یہ بھی کہ مصحف کی کتابت کسی مصحف سے ھی براہ راست اور ھوبہو نقل پر منحصر تھی ۔ اس سے بھی ,, رسم ،، سے منحرف ھونے کی گنجائش کم ھی نکلتی تھی ۔

دوسری طرف ھم دیکھتے ھیں کہ بعض کلمات کا قدیم یا قرآنی طریق املاء (یا رسم الخط) کثرت استعمال کی بنا پر ذھنوں میں اس طرح رچ بس گیا تھا کہ اسے املاء قیاسی کے علمبرداروں نے بھی اپنی اصلی صورت پر برقرار رکھنا قبول کر لیا ۔ بلکہ ان کلمات کو قرآنی املاء کے ساتھ لکھنا ھی درست قرار دیا ۔ آج بھی عام عربی املاء (الرسم المعتاد) میں بکثرت ایسے کلمات ملتے ھیں جن کی املاء

,,صوتی اصول (The Phonetic Principle) یعنی نطق کے مطابق کتابت کے اصول کی بجائے ایکطرح سے ,,تاریخی اصول،، (The Historic Principle) کے تحت کی جاتی ہے۔ مثلاً :

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، لا الٰہ الا اللہ ، الّذین ، ھٰھنا ، لٰکن ، ھذا ، ذالک، اولٰئک ، ھؤلاءِ اُولُوْ ، ھٰاَنتم ، اُولاءِ ، اُولاتُ ، بلٰی ، حتّٰی ، متٰی اِلٰی وغیرہ ۔ جن کو اگر رسم املائی کے صوتی یا نحوی اصل پر مبنی قواعد کے مطابق لکھا جائے تو ان کی شکل یوں ہو جائے گی: باسم اللّاہ الرحمان الرحیم ، لا اِلاہ الا اللّاہ ، اَلّلذین ، ھاھنا ، لاکن ، ھاذا ، ذالک ، اُلائِک ، ھا اُلاءِ ، اُولُوْ ، ھا انتم ، اُلاءِ ، اُلاتُ ، بلا ، حتّا ، متا ، اور اِلا ۔ (۲۷) ۔

۸ ۔ دریں اثنا نقط و شکل اور علامات ضبط کی ایجاد و اختراع نے قرآنی (اور عام عربی) کلمات کا تلفظ نسبتاً آسان کر دیا تھا ۔ تاہم قیاسی یا عام املاء کے مطابق لکھی ہوئی عبارت پڑھ لکھ سکنے والے آدمی کے لئے قرآنی املاء یا رسم المصحف کا رسم قیاسی سے یہ اختلاف ایک الجھن کا باعث بنتا تھا ۔ اور غالباً اسی لئے امام مالک بن انسؒ (ت ۱۷۹ھ) سے یہ مشہور سوال پوچھا گیا تھا کہ کیا قرآنی املاء کو بھی جدید املاء کے سانچے میں ڈھال لیا جائے ؟ جس کا جواب انہوں نے نفی میں دیا تھا اور سلف کے طریقے کے مطابق رسم المصحف کو علی حالہ برقرار رکھنے پر زور دیا تھا ۔ البتہ انہوں نے بچوں کی تعلیم میں سہولت کے لئے (قاعدے یا تختی کی صورت میں) رسم عثمانی سے ہٹ کر قیاسی املاء کے مطابق (اسباق) لکھنے کو جائز قرار دیا تھا (۲۸) ۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ رسم قرآنی بیشتر رسم قیاسی کے مطابق ھی ہے۔ صرف ایک قلیل تعداد کلمات کی ایسی ہے جن میں اختلاف ہے۔ قرآن کریم کے ستر ہزار سے زائد کلمات میں سے قریباً نوے فیصد

(۹۰ ٪) کلمات کی املاء عام قیاسی املاء کے مطابق ھی ہے (۲۹) ۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ عربی رسم الخط دور صحابہ تک اتنی پختگی کو پہنچ چکا تھا کہ اس میں ترمیم و اصلاح کی بڑی محدود سی ضرورت درپیش آئی ۔

۹ ۔ فریضۂ حج کے ذریعے وسیع اسلامی مملکت کے مغربی (افریقہ و اندلس) اور مشرقی (ایشیا) علاقوں سے لوگوں کو حرمین شریفین میں آنے کا موقع ملتا رہتا تھا (۳۰) اس کے علاوہ طلب علم کے لئے بھی لوگ ایک علاقے سے دوسرے علاقوں خصوصاً بڑے شہروں کا رخ کرتے تھے ۔ ان علمی اور دینی رحلات (سفروں) میں اھل علم کو اپنے اپنے مختص علم و فن کی تحصیل اور تکمیل کے مواقع میسر آتے تھے ۔ قراءات اور علم الرسم کے شائقین کو اس ضمن میں مصاحف امصار [یعنی مختلف صوبائی صدر مقامات میں بھیجے گئے مصاحف عثمانیہ یا ان سے تیار کردہ اس علاقے کے مصاحف] دیکھنے ۔ بلکہ ان کا تقابلی اور تنقیدی مشاھدہ کرنے کے مواقع ملے تو دقت نظر سے کام لینے والوں کو یہ بات بھی معلوم ھوئی کہ بعض قرآنی کلمات کی املاء یا رسم کسی ایک علاقے کے (مثلاً عراقی) مصاحف میں ایک طریقے سے اور کسی دوسرے علاقے کے (مثلاً شامی یا مکی) مصاحف میں کسی دوسرے طریقے سے کی گئی تھی ۔

اس طرح علماء رسم کو کتابت مصاحف کے ضمن میں تین قسم کے املائی اختلافات سے واسطہ پڑنے لگا :

۱ ۔ رسم المصحف کا عام رسم قیاسی سے اختلاف ۔

۲ ۔ ایک ھی مصحف کے اندر بعض کلمات کا مختلف مقامات پر مختلف رسم میں لکھا ھوا ملنا ۔

۳ ۔ مصاحف امصار (علاقائی مصاحف) کا بعض کلمات کے رسم میں باھمی اختلاف ۔

ذیل میں بطور نمونہ ہر قسم کے اختلافات کی کچھ مثالیں دی جاتی ہیں :

١ ۔ رسم قیاسی اور رسم قرآنی کا اختلاف :۔

رسم قیاسی	رسم قرآنی
الآنَ	اَلْـٰٔنَ
اِیَّایَ	اِیـّٰیَ
العُلَماءُ	العُلَمٰٓؤُا
جِیْءَ	جِائْءَ
لِشَیْءٍ	لِشَایْءٍ
لَاَذْبَحَنَّـهٗ	لَااَذْبَحَنَّهٗ
دُعَـاء	دُعٰـؤُا
ساُرِیکم	ساُورِیکم
لَاتَّخَذْتَ	لَتَّخَذْتَ
اللَّیْل	الَّیْل
الاِنسان	الاِنسٰن
سَلٰسِلَ	سَلٰسِلاَ
یَابْنَ اُمَّ	یَبْنَؤُمَّ
بِاَیْدٍ	بِاَییْدٍ
اَفَـاِنْ	اَفَاۡئِنْ
اَللّٰاتِیْ	اَلّٰتِیْ
نُنْجِـیْ	نُـنْجِیْ

وغیـــرہ

٢ ۔ ایک ہی مصحف میں کلمات کی مختلف املاء :۔

دوسری جگہ	ایک جگہ
کِتاب	کِتٰب
قال	قٰل
طَغیٰ	طَغَا
لدی	لدا
اَیُّہَ	اَیّها
ما نَشٰؤُا	مانَشاءُ
اِبْرَاهِیمُ	اِبْرَاهِم
کَیْلا	کَیْ لا
جَزاءُ	جَزاؤُا
أَءِذا	اَئِذا
یَمْحُ	یَمْحُوا
شَعٰئِرُ	شَعائِر
تَبارَکَ	تَبٰرَکَ

وغیـــره

٣ ـ مصاحف امصار کے اختلافات :ـ

اور بعض مصاحف میں	بعض مصاحف میں
تُکَذِّبٰن	تُکَذِّبان
طٰئف	طائف
خٰئِف	خائف
صافّات	صٰفّٰت
کِیْدُونِي	کِیْدُونِ
شرکائهم	شرکاؤهم
ذا العَصْف	ذوالعَصْف
تجری مِن تحتِہ	تجری تحتَها
منهما مُنْقَلَبا	منها مُنقَلَبا

۴ ـ مصحف میں مماثل کلمات کی مختلف املاء :ـ

مائة میں الف ہے مگر فئة بحذف الف ہے اللطیف میں دو لام موجود مگر الّیل ہر جگہ صرف ایک لام کے ساتھ ، ایّآئ میں تو الف ہے مگر اِیّٰیَ میں محذوف ہے ـ لدا الباب الف کے ساتھ مگر لدی الحناجر یاء کے ساتھ جِایٔءَ میں الف موجود مگر سِیٓءَ الف کے بغیر اُبْوٰب بحذف الف مگر اَکْوَاب باثبات الف لَاَاذْبَحَنّہٗ میں زائد الف موجود مگر لَاُعَذِّبَنَّہٗ اس زیادۃ کے بغیر ہے ـ مِن وَرایِٔء حِجَاب بزیادہ یاء مگر مِن وراءِ جُدُر بغیر زیادۃ واو جمع کے بعد ہر جگہ الف زائد موجود مگر صرف چار افعال جاءُو ، فاءُو ، باءُو اور تبوءُو میں غیر موجود وغیرہ (۳۱) ـ

۵ ـ اس کے ساتھ یہ بھی خیال رہے کہ بعض کلمات کی قرآنی املاء، قیاسی املاء سے زیادہ سائنٹفک اور قیاس صرفی و نحوی سے زیادہ قریب اور لھذا بہتر ہے ـ چند مثالیں ملاحظہ ہوں ـ

قیاسی املاء		قرآنی املاء	
اشتراہ	کی بجائے	اشترٰہ	زیادہ بہتر ہے
مَثْواہ	" "	مَثْوٰہ	" "
اِحداھما	"	اِحدٰھما	" "
یَغشاھا	"	یَغشٰھا	" "
ترضاہ	"	ترضٰہ	" "
نَجّاکم	"	نَجّٰکم	" "
تَقْواھا	"	تَقْوٰھا	" "

وغیرہ

۱۰ ـ ہر کاتب مصحف کا یہ فرض تھا کہ وہ کتابتِ مصحف میں ان اختلافات سے آگاہ ہو ـ اور جس علاقے کے لئے وہ مصحف لکھ رہا ہو یا جس علاقے کے مصحف سے وہ لکھ رہا ہو، کتابت میں یعنی

رسم کلمات میں اس علاقے کی خصوصیاتِ رسم کو ملحوظ رکھے۔ نقل صحیح میں ان چیزوں کے نظرانداز ہونے کا امکان تو نہیں رہتا۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اکثر خطاط یا خوشنویس کم علم ہوتے ہیں ۔ اور پیشہ ور خطاط جلدی کی خاطر اس قسم کی شرائط کو اکثر ملحوظ نہیں رکھتے ۔اس لئے رسم المصحف پر ماہرانہ نظر رکھنے والے اہل علم نے ایسی کتابیں لکھنا شروع کیں جو کُتّابِ مصاحف کی راہنمائی کرسکیں اور ان کو فرداً فرداً ان تمام مقامات سے آگاہ کر سکیں جہاں املاء میں رسم قرآنی کے مطابق درست املاء سے بھٹک جانے کا خطرہ موجود ہو ۔

دوسرے اسلامی علوم کی طرح اس علم میں بھی تالیف کی ابتداء ایسے مختصر ,,رسائل،، سے ہوئی جن میں عموماً کسی ایک پہلو سے جزوی معلومات ہوتی تھیں ۔ آہستہ آہستہ متفرق رسائل کی معلومات کو یکجا کرکے علم الرسم پر بڑے مجموعے تیار ہوئے ۔ یہاں تک کہ تدوین عروج کو پہنچی اور اس فن کی امہات الکتب تالیف ہوئیں ۔ اس کے بعد انتخاب ، تلخیص اور شروح کا سلسلہ شروع ہوا جو اب تک جاری ہے ۔ علم الرسم کی کتابوں میں سے بعض میں مصاحف عثمانیہ کی (تیاری کی) تاریخ کو بھی ساتھ شامل کر لیا گیا اور بعض کتابوں میں مرسوم المصاحف کے اختلافات کی تعلیل اور توجیہ کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ۔ اور بعض میں رسم عثمانی کے التزام یا عدم التزام کی بحث کو بھی لے لیا گیا ۔ ان چیزوں کی ابھی آگے وضاحت آئے گی ۔

مختلف اسلامی علوم کی تدوین اور ان پر تالیفات کے سلسلے میں یہ ایک عجیب بات سامنے آتی ہے کہ بعض علوم پر کسی ایک علاقے میں زیادہ کام ہوا اور بعض علوم پر دوسرے خطے میں مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث کی جمع و تدوین اور اس علم کی امہات الکتب کی

تالیف کا بیشتر کام مشرقی اسلامی ملکوں میں سرانجام پایا ـ اس کے برعکس علم الرسم کی جمع و تدوین اور اس فن کی امہات الکتب کی تصنیف و تالیف کا کام عالم اسلام کے مغربی حصے خصوصاً اندلس میں زیادہ ھوا (۳۲) ـ

اهل مشرق کی تالیف کردہ کتب حدیث (بخاری و مسلم وغیرہ) کو مغرب میں پذیرائی حاصل ھوئی اور اھل مغرب کی تالیف کردہ کتب علم الرسم کو اھل مشرق نے اپنے لئے راھنما بنایا ـ بلکہ یہ کتابیں بلا اختلاف مسلمانوں کے تمام مذاھب و مسالک کے ھاں مستند مانی جاتی ھیں ـ نامہ آستان قدس شمارہ ۱ و ۲ دورہ نہم میں عزیز اللہ جوینی کا ایک مضمون بعنوان ,, املاء قرآن ،، شائع ھوا تھا ـ جس میں مضمون نگار نے املاء قرآن پر اھم اور بنیادی کتابوں میں الدانی ، المراکشی اور ارکاٹی کی کتابوں کو ھی گنوایا ہے ـ انکا قدرے تفصیلی ذکر ابھی آگے آرھا ہے ـ البتہ اس نے دو ایرانی مؤلفین کی کتابوں کا نام بھی لیا ہے ـ ان کا ذکر ھم پہلے ھی کئے دیتے ھیں ـ

(۱)ـ احمد بن حسین اصفہانی نیشاپوری (ت ۳۸۱ھـ) کی ,, اختلافِ ھجاء قرآنی ،، (جو غالباً فارسی میں ہے) اور(۲)ـ حافظ اصفہانی کی ,, کتاب المصاحف ،، (۳۳) ـ

علم الرسم پر اس قدر زیادہ کام ھوا ہے کہ اس فن کی تمام کتابوں کا شمار بھی کار دشوار ہے ـ اس کثرتِ تالیفات کا ایک سبب غالب یہ بھی بنا کہ مصاحف کی تیاری مسلمانوں کی روزمرہ کی ضروریات کا ایک جزء تھا (اور ہے) ـ ھر مسلمان کو نہیں تو کم از کم ھر مسلمان کنبہ کو ایک مصحف کی ضرورت ھوتی تھی اس بناء پر ھر ایک کاتب مصحف کے پاس ایک مختصر راھنمائے رسم قرآنی کی قسم کی کتاب یا رسالہ کا ھونا ضروری تھا ـ جس میں کم از کم ضروری مقامات کی املاء کے بارے میں معلومات اور ھدایات موجود

هوں ـ چنانچه قرآن کریم کے ایسے تمام مقامات کی سورت بسورت نشان دھی پر مبنی متعدد مختصر کتب بھی لکھی گئیں ـ

ذیل میں هم ترتیب زمانی کے ساتھ اس علم پر لکھی گئی بعض اهم ,, ابتدائی ،، اور ,, انتهائی ،، تالیفات اور ان کے مؤلفین کا مختصراً ذکر کرتے هیں ـ جس سے اس علم کے عهد بعهد ارتقاء کا کچھ اندازه هو سکے گا ـ

١١ ـ علم الرسم پر تالیفات :

سب سے پہلے همیں ابن الندیم کے هاں اس علم پر یا اس کے بعض پہلوؤں پر لکھی هوئی کچھ کتابوں کا ذکر ملتا ہے ـ ان میں سے ایک عنوان ,, الکتب المؤلفه فی مقطوع القرآن وموصوله ،، ہے جس کے تحت اس نے تین مؤلفین کے نام لئے هیں ـ (١) عبد الله بن عامر الیحصبی (ت ١١٨هـ) ـ (٢) حمزه بن حبیب الزیات (ت ١٥٦هـ) اور (٣) علی بن حمزه الکسائی (ت ١٨٩هـ) اسی کتاب (الفهرست) میں ,, الکتب المؤلفه فی اختلاف المصاحف،، کے عنوان کے تحت آٹھ مؤلفین اور ان کی کتابوں کے نام ملتے هیں ـ

(١) عبدالله بن عامر الیحصبی (ت ١١٨هـ) کی کتاب ,, اختلاف مصاحف الشام والحجاز والعراق ،، (٢) علی بن حمزه الکسائی (ت ١٨٩هـ) کی ,, کتاب اختلاف مصاحف اهل المدینه واهل الکوفه واهل البصرة،،(٣) خلف بن هشام البزاز (ت ٢٢٩هـ) کی کتاب ,, اختلاف المصاحف،، (٤) یحیی بن زیاد الفراء (ت ٢٠٧هـ) کی کتاب ,,اختلاف اهل الکوفه والبصره والشام فی المصاحف ـ ان کے علاوه ابن الندیم نے ابوحاتم سجستانی (ت ٢٥٥) ، ابوداؤد سجستانی ، المدائنی اور محمد بن عبدالرحمن الاصفهانی میں سے هر ایک کی کتاب ,, اختلاف المصاحف ،، کا ذکر بھی کیا ہے ـ

ابتدائی دور میں رسم کے موضوع پر لکھی گئی متعدد کتابوں کے لئے ھجاء المصاحف یا کتاب الھجاء کا نام بھی ملتا ہے۔ ,, الکتب المؤلفه فی ھجاء المصاحف ،، کے تحت ابن الندیم نے تین مؤلفین کا ذکر کیا ہے (۱) یحیی بن الحارث الذماری (ت ۱۴۵ھ) (۲) احمد بن ابراھیم اوراق (ت ۲۷۰ ھ) اور (۳) ابن شبیب (۳۴) ۔ صاحب المقنع نے الغازی بن قیس الاندلسی (ت ۱۹۹ھ) کی ,,فی ھجاء المصاحف،، اور محمد بن عیسی الاصفھانی (ت ۲۵۳ھ) کی ,, ھجاء المصاحف ،، کا ذکر کیا ہے (۳۵) ۔ غانم قدوری نے ھجاء المصاحف کے عنوان سے لکھی گئی چار مزید کتابوں کا اضافہ کیا ہے (۱) ابن مقسم العطار (ت ۳۶۲ھ) کی ,,اللطائف فی جمع ھجاء المصاحف ،،
(۲)ابوالعباس المھدوی(ت۴۳۰ھ) کی ,, ھجاء مصاحف الامصار [اس کتاب کا ایک جزء مجله معھد المخطوطات جلد ۱۹ میں شائع ہو چکا ہے] (۳) مکی بن طالب القیسی (ت ۴۳۷ھ) کی ,,ھجاء المصاحف اور (۴) ابن معاذ الجھنی (ت ۴۴۲ھ) کی ,, البدیع فی ھجاء المصاحف ،،(۳۶) [یہ کتاب بھی غانم قدوری کی تحقیق کے ساتھ عراق کے مجله المورد۔ العدد الرابع سنه ۱۴۰۷ھ میں شائع ہو چکی ہے] (۳۷) ۔ ,,کتاب الھجاء ،، کے عنوان کے تحت ابن الندیم نے الکسائی، الفراء ، ابوحاتم سجستانی اور ابن بشار الانباری (ت ۳۲۷ھ) کی کتابوں کا ذکر کیا ہے (۳۸) مگر یہ بات واضح نہیں ہو سکی کہ ان کا تعلق ,, ھجاء قرآنی ،، سے تھا یا ھجاء قیاسی (نحوی) سے تھا ۔ یہاں تک علم الرسم پر تالیفات کا ابتدائی یا تشکیلی دور ختم ہوتا ہے۔

۱۲ ۔ اس کے بعد مذکورہ بالا آخری تین مؤلفین ۔ المھدوی، القیسی اور الجھنی کی معاصر مگر اس فن کی ,,دیوقامت،، شخصیت سامنے آتی ہے یعنی ابو عمر و عثمان بن سعید الدانی الاندلسی (ت

۴۴۴ھ) جو اپنے زمانے میں ابن الصیرفی کے نام سے مشہور تھے اور جن کی کل تصانیف کی تعداد سو سے زیادہ بیان کی گئی ہے جن میں سے گیارہ کتابیں علم الرسم سے متعلق تھیں ۔ اور ان میں سب سے اہم، سب سے مشہور اور سب سے مفید تر کتاب المقنع الکبیر تھی ۔ جس کی تلخیص خود مؤلف نے المقنع الصغیر کی صورت میں کی (۳۹) اور جو ,,المقنع فی معرفة مرسوم مصاحف اهل الامصار ،، کے نام سے شائع ہو چکی ہے ۔ الدانی کی یہ کتاب علم الرسم پر لکھی گئی تمام پیشرو کتابوں کی جامع اور اپنے بعد آنے والی کتابوں کی بنیاد ٹھہری ۔ اس کتاب میں الدانی نے لفظ رسم اور مرسوم بکثرت استعمال کیا ہے (۴۰) ۔ چنانچہ بعد کی کتابوں کے عنوانات پر عموماً یہی لفظ غالب نظر آتا ہے اور کم از کم عنوان کتب میں لفظ ,, هجاء ،، کا استعمال آهسته آهسته متروک ہو جاتا ہے ۔

الدانی کے بعد اس علم پر لکھی جانے والی کتابوں میں سے خصوصاً قابل ذکر حسب ذیل هیں ۔ اهم کتابوں کے ساتھ هم نے کچھ مزید تعارفی نوٹ بھی بڑھا دیا ہے ۔

(۱) ۔ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی (ت ۴۶۳ھ) کی ,,تلخیص المتشابه فی الرسم،، (۴۱) ۔

(۲) ۔ ابوداؤد سلیمان بن نجاح الاندلسی (ت ۴۹۶ھ) کی ,,التنزیل فی هجاء المصاحف،، جو اس کی چھ جلدوں پر مشتمل ایک بڑی کتاب ,, التبیین لهجاء التنزیل ،، کی خود تیار کردہ تلخیص تھی۔ یہ غالباً آخری بڑی کتاب ہے جس کے عنوان میں لفظ ,,هجاء ،، استعمال ہوا ۔ اگرچہ یہ کتاب ابھی تک شائع نہیں ہوئی تاهم اس کے کچھ مخطوطات (القاهره اور دمشق وغیره میں) موجود هیں ۔ یہ ابوداؤد الدانی کے نامور تلامذہ میں سے تھے ۔ همارے زمانے میں شائع ہونے والے چند اهم مصاحف (قرآنی ایڈیشنوں) کی تیاری میں الدانی

اور ابوداؤد کی کتابوں کو ھی رسم المصحف کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ اور ان دونوں میں اختلاف کی صورت میں مصری ، سعودی اور شامی مصاحف میں ابوداؤد کو اور لیبی ,,مصحف الجماھیریه،، کی تیاری میں الدانی کے قول کو ترجیح دی گئی ہے (۳۲) ۔

(۳) ۔ ابوالحسن علی بن محمد المرادی (ت ۵٦۳ھ) کی ,,المنصف ،، ۔

(۴) ۔ ابن العطار الھمدانی (ت ۵٦۹ھ) کی ,, اللطائف فی رسم المصاحف،، ۔

(۵) ۔ القاسم بن فیرّہ الشاطبی (ت ۵۹۰ھ) کا قصیدہ رائیه فی الرسم الموسوم بعقیلة اتراب القصائد فی اسنی المقاصد ،، ۔ یه معمولی اضافوں (کل چھ کلمات) کے ساتھ المقنع للدانی کا خلاصه ہے۔ اسے بہت مقبولیت حاصل ھوئی اور اس کی متعدد شروح لکھی گئیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر ابھی آئے گا ۔

(٦) ۔ ابو طاھر العقیلی اسماعیل بن ظاھر (ت ٦۲۳ھ) کی ,,مختصر ما رسم فی المصحف الکریم ،، (۳۳) ۔

(۷) ۔ ابن وثیق الاندلسی (ت ٦۵۴ ھ) کا ,,رساله فی رسم المصحف ،،

(۸) ۔ محمد بن ابراھیم الشریشی الخراز (ت ۷۱۸ھ) کی مورد الظمآن فی رسم احرف القرآن ،، ۔ یه منظوم کتاب ہے اور الحزاز کی ھی ایک سابق تالیف ,, عمدة البیان ،، کا خلاصه ہے۔ اس کتاب کے دو حصے (یکجا) ھیں ۔ پہلا علم الرسم سے متعلق ہے اور دوسرے حصے کا موضوع علم الضبط ہے اور اسے مورد الظمآن کی ذیل یا ضبط الخراز بھی کہتے ھیں۔ مورد الظمآن چونکه اپنے سے پہلی چار اھم کتابوں۔ المقنع ، التنزیل، المنصف اور العقیله سے ماخوذ ہے اس لئے اس کو بھی اھل علم میں بڑی مقبولیت حاصل ھوئی اور اس کی

بھی کئی شروح لکھی گئیں جن میں سے بعض کا ہم آگے چل کر ذکر کریں گے ۔

(۹) ۔ ابوالعباس المراکشی الشهیر بابن البناء (ت ۷۲۱ھ) کی ,,عنوان الدلیل فی مرسوم خط التنزیل ،، ۔ اس کتاب میں رسم المصحف کے عام خط سے مختلف ہونے کی عجیب و غریب ,,باطنی،، قسم کی تعلیلات اور توجیہات بیان کی گئی ہیں ۔ اصل کتاب تو ابھی تک نہیں چھپی ۔ البتہ زرکشی نے البرہان میں اس کے طویل اقتباسات دیئے ہیں (۳۴) ۔

(۱۰) ۔ برہان الدین ابراہیم بن عمرالجعبری (ت ۷۳۲ ھ) کی ,,روضة الطرائف فی رسم المصاحف ،، یہ لامیہ قصیدہ ہے جو شاطبی کے رائیہ کی طرز پر لکھا گیا ۔

(۱۱) ۔ ابویحیی محمد بن محمود الشیرازی السمرقندی (ت ۷۸۰ھ) کی کتاب ,, کشف الاسرار فی رسم مصاحف الامصار ،، ۔ اس کتاب کے دو باب حاتم صالح الضامن کی تحقیق کے ساتھ مجلة المورد ۔ العدد الرابع ۱۴۰۷ ھ میں شائع ہو چکے ہیں (۳۵) ۔

اس کے بعد ہمیں گیارہویں بارہویں صدی میں بعض ایسی تالیفات کا پتہ چلتا ہے جن کے نام (عنوان) میں خلیفۂ راشد حضرت عثمانؓ یا ان کے مصاحف کا نام آتا ہے ۔ یہ سب مخطوطات ہیں اور بیشتر مجہول المؤلف بھی ہیں ۔ مثلاً :

(۱) ۔ حسین بن علی الاماسی (گیارہویں صدی ہجری) کی ,,الطارف الطریقة فی رسم المصاحف العثمانیه الشریفه ،، ۔

(۲) ۔ مؤلف مجہول ۔ جامع الکلام فی رسم المصحف الامام

(۳) ۔ مؤلف مجہول ۔ رساله فی بیان قواعد رسم المصحف العثمانی ۔

(۴) ۔ مؤلف مجہول ۔ زبدة البیان فی رسوم مصاحف عثمان (۳۶) ۔

۱۳ ـ علم الرسم پر تالیفات کا یه سلسله چودهویں صدی هجری کے آخر تک بهی جاری رها ہے۔ اس متأخر دور کی کتابوں میں سے قابل ذکر حسب ذیل هیں ـ یه سب (کم از کم ایک دفعه) طبع هو چکی هیں (۴۷) ـ

(۱)-الشیخ برکات بن عریشه الهورینی کی کتاب ,, الجوهر الفرید فی رسم القرآن المجید ،، ـ

(۲)-الشیخ محمد ابوزید کی ,, فتح الرحمن وراحة الکسلان ،، ـ

(۳) ـ الشیخ عبدالرحمن محمد الهواش کی ,, تشحیذ الاذهان فی رسم آیات القرآن ،، ـ

(۴) ـ ابوعبید رضوان بن محمد المخللاتی (۱۳۱۱هـ) نے ,,ارشاد القراء والکاتبین الی معرفة رسم الکتاب المبین ،، کے نام سے کتاب بهی لکهی اور رسم عثمانی کے مطابق ایک مصحف بهی شائع کرایا ـ

(۵) ـ المتولی محمد بن احمد بن الحسن نے ایک ارجوزه ,,اللؤلؤا المنظوم،، کے نام سے لکها جس کی شرح الشیخ حسن بن خلف الحسینی نے ,, الرحیق المختوم ،، کے نام سے لکهی ـ

(٦) ـ الشیخ محمد بن علی بن خلف الحسینی (۱۳۵۷هـ) نے ,,ارشاد الحیران الی معرفة ما یجب اتباعه فی رسم القرآن ،، نام کا ایک رساله تالیف کیا جو دراصل (اس زمانے کے) هندوستان سے بهیجے گئے ایک استفسار کا جواب تها ـ

(۷) ـ الشیخ محمد بن حبیب الله الشنقیطی (۱۳٦۳هـ) نے ,,ایقاظ الاعلام لوجوب اتباع رسم المصحف الامام،، کے نام سے ایک رساله لکها ـ مرحوم رسم قرآنی کے بارے میں سختی سے نظریهٔ توقیف کے حامی تهے ـ اس کا ذکر آگے آ رها ہے ـ

(۸) ـ محمد غوث بن ناصر الدین ارکاٹی کی کتاب ,, نثر المرجان فی رسم نظم القرآن ،، ـ علم الرسم کے موضوع پر سب سے

مبسوط کتاب ہے جو سات جلدوں میں حیدر آباد دکن سے ۴۹ ـ ۱۳۳۹ھ میں قریباً دس برس میں شائع ہوئی تھی ـ یہ کتاب خدمت قرآن کے لئے استقامت سے کام کرنے اور ,, محنت عشق ،، (Love Labour) کی ایک زندہ اور روشن مثال ہے ـ

(۹) ـ الشیخ علی محمد الضباع استاد جامع الازہر نے ,, سمیر الطالبین فی رسم و ضبط الکتاب المبین ،، کے نام سے ایک کتابچہ تالیف کیا ـ یہ چھوٹی سی کتاب بقول مؤلف المقنع ، التنزیل اور العقیلہ کے مسائل کا جامع خلاصہ ہے ـ اس میں بات سمجھانے کا مختصر مگر قابل فہم انداز اختیار کیا گیا ہے ـ ان کی تمام آراء سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا تاہم مجموعی طور پر کتاب پر ,, بقامت کہتر بقیمت بہتر ،، کی مثل صادق آتی ہے ـ

۱۴ ـ علم الرسم کی ,, امہات الکتب ،، میں سے الشاطبی کے قصیدہ ,, العقیلہ ،، اور الخراز کی ,, مورد الظمآن ،، کو اساتذہ فن کے ہاں بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور ان کی متعدد شروح لکھی گئیں ـ علم الرسم پر اہم تالیفات کی کوئی فہرست ان شروح کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتی ـ لہذا ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے ـ

شاطبی کے ,, عقیلہ اتراب القصائد ،، کی اہم شروح یہ ہیں :ـ

(۱) ـ علم الدین علی بن محمد السخاوی (ت ٦۴۳ھ) کی شرح ,, الوسیلہ الی کشف العقیلہ ،، ـ

(۲) ـ برہان الدین عمر بن ابراہیم الجعبری (ت ۷۳۲ھ) نے ,,خمیلۃ ارباب المراصد فی شرح عقیلۃ اتراب القصائد ،، کے نام سے اس کی شرح لکھی (۴۸) ـ

(۳) ـ ابوالبقاء علی بن عثمان ابن القاصح (ت ۸۰۱ھ) نے ,,تلخیص الفوائد و تقریب المتباعد ،، کے نام سے اس کی شرح لکھی ـ

یہ کتاب چھپ چکی ہے اور غالباً العقیلہ کی شروح میں سے واحد مطبوعہ شرح ہے۔

(۴) ۔ ملا علی بن سلطان القاری الهروی (ت ۱۰۱۴ھ) کی شرح کا نام ,, الهبات السنیه العلیه علی ابیات الرائیه فی الرسم » ہے۔

(۵) ۔ مشہور روسی عالم موسی جار اللہ رستو فدانی (ت ۱۳۶۸ھ) نے بھی العقیلہ کی شرح لکھنا شروع کی تھی جو غالباً مکمل نہ ہو سکی (۳۹) ۔

اور الخراز کی مورد الظمآن کی شروح میں سے اہم یہ ھیں :۔

(۱) الشیخ حسین بن علی الرجراجی (ت ۸۴۰ھ) کی شرح کا نام ہے۔ ,, تنبیه العطشان علی مورد الظمآن » ۔

(۲) ۔ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالجلیل التنسی (ت ۸۹۹ھ) نے ,,الطراز علی ضبط الخراز » کے نام سے مورد الظمآن کی صرف ذیل (ضبط والے حصے) کی شرح لکھی ۔ یہ ابھی تک طبع نہیں ہوئی ۔

(۳) ۔ ابو محمد عبدالواحد بن احمد بن علی ابن عاشر الانصاری (ت ۱۰۴۰ھ) کی ,,فتح المنان المروی بمورد الظمآن » سب سے مشہور شرح ہے ۔ اس شارح نے حصہ رسم کے آخر پر ,,الاعلان بتکمیل مورد الظمآن» کے نام سے ایک تکملہ بھی لکھا، جس کا مقصد دوسری قراءات کو بھی شامل کرنا تھا کیونکہ اصل ,,مورد» صرف قراءات نافع پر مبنی تھی ۔

(۴) ۔ الشیخ ابراهیم بن احمد المارغنی التونسی (۱۳۲۵ تاریخ تکمیل کتاب) کی ,, دلیل الحیران شرح مورد الظمآن » کے کئی ایڈیشن تونس اور مصر سے شائع ہو چکے ھیں اس کتاب کے رسم والے حصے میں ابن عاشر کی فتح المنان سے اور ضبط والے حصے کے لئے التنسی کی ,, الطراز» سے زیادہ مدد لی گئی ہے۔

(۵) ـ الشیخ احمد محمد ابو زیتحار نے ,, لطائف البیان فی رسم القرآن شرح مورد الظمآن ،، کے نام سے طلبه کے استفادہ کے لئے ایک مختصر شرح لکھی ہے مؤلف خود جامع الازھر کے اساتذہ میں سے ھیں۔

۱۵ ـ ماضی قریب میں علم الرسم کے مسائل یونیورسٹی سطح پر ایم اے اور پی ایچ ڈی کے لئے مقالات کے موضوع بھی بنے ھیں ، مثلاً :

(۱) عبدالحی حسین الفرماوی نے ۱۹۷۴ء میں کلیه اصول الدین جامع الازھر سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ـ ان کا موضوع تحقیق تھا ,, رسم المصحف ونقطه ،، ـ

(۲) غانم قدوری الحمد نے ۱۹۷٦ء میں کلیه دارالعلوم جامعة القاھرہ سے ایم اے کی ڈگری جس مقاله کی بنیاد پر حاصل کی ، اس کا عنوان تھا ,, رسم المصحف ـ دراسة لغوية تاريخية ،، یه مقاله ایک کتاب کی شکل میں عراق کی ھجرہ کمیٹی کی طرف سے بھی شائع ھو چکی ہے۔ اور اس موضوع پر بہت جامع اور کام کی کتاب ہے۔ مقاله نگار نے اس سے بکثرت استفادہ کیا ہے۔

گزشته اوراق میں علم الرسم پر لکھی گئی پچاس کے قریب کتابوں کا ذکر آ گیا ہے (پیراگراف ۱۱ تا ۱۴ میں) ـ یه فہرست ذرا طویل لگتی ہے تاھم اس علم کے ارتقاء کے بیان کے لئے کم از کم اھم کتابوں کا ذکر کئے بغیر بھی چارہ نه تھا ـ دوسری طرف یه فہرست علم الرسم پر لکھی گئی کثیر التعداد کتابوں کا ایک معمولی سا خاکه ہے۔ حقیقت یه ہے که اس علم پر لکھی گئی تمام کتابوں کا شمار بھی ایک کار دشوار ہے۔ اور یه طویل سلسلۂ تالیفات جو قریباً چودہ سو سال سے بغیر انقطاع کے جاری ہے۔ اس بات پر شاھد ہے که اس علم پر کتنی توجه مرکوز کی گئی ـ اور اس کی وجه کو سمجھنا چنداں مشکل بھی نہیں ہے۔ آخر اس علم کا تعلق قرآن کریم کی

درست کتابت سے ہے جو اسلامی معاشرے کی بنیادی دینی ضرورت ہے اور ایک مسلسل اور جاری عمل ہے۔

تاهم اس طویل فہرست میں سے علم الرسم کی اصل امہات الکتب صرف چار ھی شمار ھوتی ھیں یعنی المقنع ، التنزیل، العقیله اور المنصف ۔ یا پھر وہ کتابیں جن کی تالیف ان کتب اربعه سے استمداد پر مشتمل ہو مثلاً ,, مورد الظمآن للخراز " یا ,, نثر المرجان " جو اس علم کی تمام کتابوں کی جامع ہے۔

باقی کتابوں کی حیثیت شرح یا تلخیص کی ہے یا پھر ترتیب و تبویب اور اسلوب وانداز کا فرق ہے۔

۱٦ ۔ علماء رسم نے تمام کلمات قرآن کی کتابت (املاء) کا بنظر غائر مطالعه اور مشاهده (مصاحف میں) کیا ۔ اور خصوصاً ان کلمات کا تجزیه کیا جن میں اختلاف کتابت کی کوئی صورت پائی جاتی ہے۔ پھر ان املائی اختلافات سے کچھ قواعد کلیه مستنبط کئے اور بالآخر اس نتیجے پر پہنچے که جمله اختلافات یا احکام رسم کو مندرجه ذیل چھ قواعد کے تحت منحصر کیا جا سکتا ہے۔ : حذف ، زیادۃ ، ھمز (رسم ھمزہ) ، بدل ، وصل و فصل اور ,,قراءت کا تنوع "

ایک عجیب بات یه ہے که رسم قیاسی کے علماء نے بھی اپنے اصول ان میں سے پہلے پانچ قواعد پر ھی استوار کئے ھیں (۵۰) ۔ (صرف چھٹا قاعدہ علم الرسم سے مختص ہے) ۔ اور بیشتر صورتوں میں ان قواعد کے تحت کلمات کا طریق املاء رسم قیاسی اور رسم قرآنی میں یکساں رھتا ہے۔ [یه بات پہلے بھی لکھی جا چکی ہے که رسم قرآنی نوے فیصد رسم قیاسی کے مطابق ھوتا ہے] ۔ البته رسم قیاسی اور رسم قرآنی میں ان قواعد کے اطلاق میں فرق ہے جس سے اختلاف پیدا ھوتا ہے۔ علم الرسم کے ان ,, قواعد سته " کا مختصر بیان یا ان کا تعارف کچھ یوں ہے : ۔

(۱) **حذف** : کے تحت ان کلمات سے بحث کی جاتی ہے جن کی کتابت میں کوئی حرف محذوف مگر نطق میں موجود ہوتا ہے یعنی وہ حرف لکھا نہیں جاتا مگر پڑھا ضرور جاتا ہے ۔ یہ محذوف حرف عموماً ,, ا ،، ,, و ،، یا ,, ی ،، ہوتے ہیں ۔ اگرچہ ایک آدھ مثال ,, ن ،، یا ,, ل ،، کے حذف کی ملتی ہے۔ اس کی مثال ,, الرحمن ،، ، داؤد ، اور ,, النبین ،، کے کلمات ہیں جو دراصل الرحمان ، داوود ، اور النبیین پڑھے جاتے ہیں ۔ قرآن کریم میں اس قسم کے کلمات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور کتب رسم میں ان سب کا فرداً فرداً ذکر موجود ہے ۔

(۲) **زیادة** : سے مراد یہ ہے کہ بعض دفعہ کسی کلمہ میں کوئی حرف لکھا تو جاتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا ۔ یہ زائد حرف بھی ہمیشہ ,, ا ،، ,, و ،، یا ,, ی ،، ہی ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال ,, مِاَئة ،، ، ,,اولئك،، اور ,, باَییْد ،، ہیں جو علی الترتیب مِئَة ، الائك اور بِاَیْدٍ پڑھے جاتے ہیں ۔ [آپ نے محسوس کر لیا ہوگا کہ ,, اولئك ،، میں حذف اور زیادة دونوں قاعدے کارفرما ہیں] ۔

(۳) **الھمز یا رسم ھمزہ** : یعنی ھمزہ کی کتابت اور رسم کی مختلف صورتوں کا بیان ۔ ان میں سے بعض صورتیں رسم قیاسی سے موافق ملتی ہیں اور بعض مختلف ہوتی ہیں ۔ دونوں صورتوں میں کتابت ھمزہ کے قواعد خاصے طویل ہیں ۔

(۴) **بدل** : کے تحت ان کلمات کو بیان کیا جاتا ہے جن کی املاء میں ایک حرف کی بجائے کوئی دوسرا حرف لکھا جاتا ہے حالانکہ تلفظ کا تعین وہی پہلا حرف کرتا ہے مثلاً الف کی بجائے ,, و ،، یا ,, ی ،، لکھنا ۔ اس کی مثال الصلوة ، بلی اور حتی یا متی میں ملتی ہے۔ جو علی الترتیب الصلاة ، ,, بلا ،، اور ,, حتا ،، یا ,, متا ،، پڑھے جاتے ہیں۔ [یہاں بھی آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ بلی ، حتی اور متی کا

قیاسی اور قرآنی رسم یکساں ہے البتہ لفظ صلوة کا معاملہ مختلف ہے۔ اس کی مثالیں تو اردو میں بھی متعارف ھیں ۔ مثلاً ادنی ، اعلی ، موسیٰؑ ، عیسیٰؑ وغیرہ] ۔

(۵) وصل و فصل : جسے قطع اور وصل بھی کہتے ھیں ۔ اس قاعدہ کے تحت یہ بیان ھوتا ہے کہ دو کلمات (حرف اور اسم یا اسم اور اسم) کو ملا کر یا الگ الگ لکھنے کا قاعدہ کیا مثلاً فِی مَا اور فیما ۔ اَیْنَ ما اور اَیْنما ، اَمْ مَنْ اور اَمَّنْ ، یَومَ هُم اور یَوْمَهُم وغیرہ ۔

(٦) قراءت کا تنوع : یا اختلاف قراءتین ۔ اس میں ان مخصوص کلمات کی املاء کا قاعدہ بیان ھوتا ہے ۔ جن میں دو بالکل مختلف مگر بتواتر ثابت قراءتیں ھوتی ھیں ۔ اس میں محتمل القراءات رسم کے علاوہ [جس کی مثالیں قرآن کریم میں بکثرت ملتی ھیں ۔ ایک مثال لفظ ,, ملك ،، ہے جو مالک بھی پڑھا جاتا ہے اور ملک بھی] ۔ وہ کلمات بھی آتے ھیں جو مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک میں ایک قراءات کے مطابق اور کسی دوسرے میں دوسری قراءات کے مطابق لکھے گئے تھے ۔ اس کی ایک مثال سورة الکھف کی آیت ۳۲ میں وارد کلمہ ,, مِنْها ،، کا بعض مصاحف میں ,, مِنْهُما ،، (بصیغۂ تثنیہ) لکھنا ثابت ہے ۔ اور ورش کی قراءات میں اب بھی اسی طرح بصیغۂ تثنیہ لکھا اور پڑھا جاتا ہے ۔

۱۷ ۔ علم الرسم کے مؤلفین میں مواد کو مرتب شکل میں پیش کرنے کے لئے عموماً دو رجحانات پائے جاتے ھیں ۔

(۱) ۔ بعض علماء اپنی کتاب کو مذکورہ بالا ,, قواعد ستہ ،، کی ترتیب کے مطابق ابواب و فصول میں تقسیم کر لیتے ھیں ۔ اور پھر ان قواعد ستہ میں سے ھر ایک کی کچھ ضمنی تقسیمات بھی کر لیتے ھیں ۔ اور ھر ایک قاعدے کے تحت آنے والے کلمات کے بیان میں قرآن کریم کی ترتیب سور کو ملحوظ رکھا جاتا ہے ، مثلاً :

سب سے پہلے حذف کے تحت سورت بسورت الحمد سے والناس تک ان کلمات کو بیان کرتے جائیں گے جن کا تعلق اس قاعدہ (حذف) سے ہے۔ اور اس میں بھی پہلے محذوف للالف الفاظ ، پھر محذوف الواو ، پھر محذوف الیا اور آخر پر محذوف النون اور محذوف اللام کلمات کا ذکر ہوگا ۔ وھکذا المھدوی ، الجھنی ، الدانی ، الشاطبی، الجعبری اور الخراز کی تالیفات میں یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے (۵۱) ۔

(۲) ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پورے قرآن کو الفاتحہ سے والناس تک ایک ایک سورت کو لیتے ھیں اور ہر سورت میں بہ ترتیب آیات ان کلمات کا ذکر کرتے ھیں جن کی املاء میں قواعد ستہ میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد قاعدے استعمال ہوئے ہوں۔ اس طریقے میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی کلمہ پہلی دفعہ سامنے آتا ہے تو نہ صرف اس کا قاعدہ بیان کرتے ھیں بلکہ یہ بھی بتاتے ھیں کہ یہ لفظ قرآن میں جہاں جہاں بھی آیا ہے اسی قاعدے کے تحت لکھا جاتا ہے یا اس کے کوئی استثناءات بھی ھیں ۔

مثلاً سورۃ البقرہ میں ,, ذلک ،، کے متعلق بتائیں گے کہ یہ لفظ قرآن کریم میں جہاں بھی آیا ہے (کیف وقع) بحذف الف ھی لکھا جاتا ہے۔ [رسم قیاسی والا بھی یہی کہے گا کہ ذلک ہر جگہ اور ہر موقع پر بحذف الف ھی لکھا جاتا ہے] ۔ پھر ,, الکتٰب ،، کے متعلق بتائیں گے کہ یہ لفظ پورے قرآن میں بحذف الف لکھا جاتا ہے۔ سوائے چار مواقع کے جن کا ذکر اپنے اپنے موقع پر آئے گا ۔ اسی طرح ,, اولئک ،، میں خذف (الف) بھی ہے اور زیادۃ (واو) بھی ہے اور جہاں بھی آتا ہے اسی طرح لکھا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ (۵۲) ۔ اب آگے جہاں جہاں کلمات ,, ذلک ،، اور ,, اولئک ،، آئیں گے ان کے متعلق کچھ بیان نہیں کیا جائے گا ۔ یا زیادہ سے زیادہ یہ لکھ دیا جائے گا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ البتہ اگر کلمہ ,, الکتب ،، کا کوئی

اثبات الف والا موقع آیا تو کہیں گے کہ یہاں اسے ,, کتاب ،، لکھنا ہے۔

اس طریقے میں چونکہ مؤلف پہلی دفعہ سامنے آنے والے کلمہ کے متعلق بات کر دیتا ہے۔ اس لئے اس لفظ کے مکرر آنے پر قاعدہ مکرر بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی کتاب کا ابتدائی حصہ قواعد کے بیان سے بھرا ہوتا ہے اور آخری حصہ مختصر رہ جاتا ہے۔

اس طریقے پر لکھی گئی کتابوں میں ابو داؤد کی التنزیل ، ابوطاھر العقیلی کی (فی مرسوم المصاحف) ، ابن وثیق کا (رسالہ فی رسم المصحف) اور ایک مجہول مؤلف کی کتاب (جامع الکلام فی رسم المصحف الامام) قابل ذکر ھیں ۔ اور اس طریقے پر لکھی ہوئی سب سے جامع اور مبسوط کتاب ارکاٹی کی ,, نثر المرجان فی رسم نظم القرآن ،، ہے (۵۳) ۔

۱۸ ۔ علم الرسم پر تالیفات کے اس طویل سلسلے اور اس فن کے بارے میں اس سارے اہتمام کی غرض و غایت یہ ہے کہ کاتب مصحف کو رسم قرآنی کے احکام سے آگاھی حاصل ھو تاکہ کلام اللہ کی کتابت میں رسم قرآنی کی انفرادیت کو برقرار رکھا جا سکے اور اسے عام رسم املائی یا رسم قیاسی کے ساتھ خلط ملط نہ کر دے ۔ جب رسم قرآنی اور رسم املائی کے اختلاف کی بات ھوتی ہے تو اکثر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ شاید عہد نبوی یا راشدین میں دو طریق املاء موجود تھے ۔ یا یہ کہ رسم قیاسی موجود تھا مگر کُتّابِ مصاحف نے (کسی وجہ سے) اس کی خلاف ورزی کی ۔ یہ نظریہ سراسر غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے عہد نبوی و راشدین میں املاء عربی کی وھی صورت موجود تھی جس میں مصاحف لکھے گئے ۔ رسم املائی اور اس کے قواعد تو دوسری صدی ھجری میں وجود میں آئے ۔ تاھم جب عام پڑھے لکھے لوگ ان قواعد سے شناسا ھوئے اور ان کو ھر دو رسم

(قرآنی اور املائی) میں فرق اور اختلاف نظر آیا تو اس کی وجوہ پر غور کیا جانے لگا ۔ اور اس تحقیق و تفتیش میں رسم قیاسی کو اصل اور رسم قرآنی کو اس سے متفرع سمجھ کر گاڑی کو گھوڑے کے آگے آگے لگا دیا گیا (۵۴) ۔

بہرحال ہر دو رسم کے درمیان فی الواقع موجود اختلاف (چاہے جس وجہ سے ہوا) کی بناء پر یہاں دو سوال اہل علم کے ذہن میں ابھرے ۔ اور یہ سوال آج بھی موجود ہیں : (۱) ایک تو یہ کہ رسم املائی اور رسم قرآنی میں یہ اختلافات کیوں ہیں ؟ اور خود رسم قرآنی میں بعض کلمات کی املاء میں اتفاق کی بجائے یہ اضطراب کیوں موجود ہے ؟ کہ ایک لفظ کہیں ایک طریقے سے اور کہیں دوسرے طریقے سے لکھا جاتا ہے ؟

(۲) دوسرے یہ کہ کیا ان اختلافات کو برقرار رکھنا ضروری ہے ؟ (جواب نفی میں ہو یا اثبات میں مگر) کیوں ؟ کس وجہ سے ؟ ۔

پہلے سوال کے جواب میں اس وقت تک تین نظریات پیش کئے گئے ہیں ۔

پہلا نظریہ :

یہ ہے کہ رسم المصحف توقیفی ہے اور یہ اسرار الٰہی میں سے ایک سِرّ ہے ۔ قرآن مجید لوح محفوظ میں اسی ,, رسم ،، کے ساتھ لکھا گیا تھا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتب وحی کو ہر لفظ کی مخصوص املاء بھی بتا دیتے اور اسی کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا کرتے تھے ۔ ہماری عقل اس کی وجہ کو نہیں پا سکتی ۔ ہمارا کام فقط اس کا اتباع کرنا ہے وغیرہ (۵۵) ۔ پھر بعض لوگوں نے رسم قرآنی کے ان ,, اسرار و حکم ،، تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی اور رسم قرآنی کی ایسی عجیب و غریب تعلیلات اور توجیہات پیش کیں جو سراسر غیر معقول اور ناقابل قبول ہیں ۔ اس

کی سب سے بڑی مثال ابوالعباس مراکشی کی کتاب ہے ۔ بعض نے نحوی بنیادوں پر بھی بعض تعلیلات پیش کی ھیں جن میں نسبتاً معقولیت کا پہلو پایا جاتا ہے (۵٦) ۔

یہ نظریہ (توقیف) معقولیت سے بعید ہے ۔ اس لئے کہ ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ,, امیة ،، (لکھنا پڑھنا نہ سیکھنا) قرآن سے ثابت ہے ۔ دوسرے روایتاً بھی کاتبانِ وحی کو طریق املاء کلمات کے بارے میں قطعاً کوئی ھدایات ثابت نہیں ھیں ۔ جب رسم قرآنی کے اتباع کے وجوب والتزام کے بارے میں بعض دوسرے معقول اور وزنی دلائل موجود ھیں تو اس بے سند اور غیر معقول استدلال کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے ؟ خیال رھے التزام رسم عثمانی الگ بات ہے اور نظریہ توقیف الگ ۔ دونوں کو ایک سمجھنا خلط مبحث ہے (۵٧) ۔

دوسرا نظریہ :

رسم قرآنی کی اصل کے بارے میں دوسرا نظریہ یہ ہے کہ یہ رسم اصطلاحی ہے یعنی مصاحف عثمانیہ کے کاتبوں نے بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر اس قسم کا رسم الخط یا طریق املاء اختیار کیا۔

مثلاً ایک حکمت احتمال القراءات المتواترہ یا قراءت عرضۂ اخیرہ یا اشتمال الاحرف السبعہ کا اہتمام تھا ۔ یہ علم القراءات کے ماھرین کی توجیہ ہے ۔ اس بات کی کوئی واضح نقلی دلیل موجود نہیں ہے کہ صحابہؓ یا مصاحف عثمانیہ کے کاتبوں نے اس موقع پر بعض کلمات کے لئے کوئی خاص نیا طریق املاء ,, ایجاد ،، کیا تھا ۔ جہاں باھمی اختلاف کی صورت میں کُتّابِ مصاحف کو معاملہ حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش کرنے کا حکم بیان ھوا ہے ۔ تو اس میں ایک لفظ ,,تابوت،، کی املاء کا معاملہ اوپر جانے کی روایت تو ملتی ہے لیکن ایسی کوئی روایت نہیں ملتی کہ مثلاً کاتب نے کہاں ایک لفظ بحذف الف لکھنا

ہے اور کہاں باثبات الف ۔ یا (مثلاً) واو جمع کے بعد کہاں الف زائد لکھنا ہے اور کہاں نہیں لکھنا ہے ۔ وغیرہ ۔ املاء کلمات کے لئے کوئی طریقہ (اصطلاح) وضع کرنے کا نظریہ اس لئے بھی معقول نہیں لگتا کہ صحابہؓ کا آنحضورؐ کے وقت میں بلکہ ان کے سامنے لکھے جانے والے طریق املاء کو ترک کرکے اس کی بجائے کوئی نیا طریق املاء اختیار کرنا بہت مستبعد معلوم ہوتا ہے ۔

البتہ علامہ ابن خلدون نے اس کی یہ توجیہ پیش کی ہے کہ عہد نبوی بلکہ راشدین تک عربی کے علم الاملاء کا ارتقاء ابھی مکمل نہیں ہوا تھا ۔ کتابت کو حجاز میں متعارف ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور املاء کے قواعد و ضوابط ابھی کمال پختگی کو نہیں پہنچے تھے بلکہ ایک قسم کے عبوری دور سے گذر رہے تھے اور یہی چیز صحابہؓ کے کلمات کے لکھنے میں املاء کے اختلاف اور اضطراب کی صورت میں ظاہر ہوئی ۔ یہ ایک طرح سے اس میدان میں صحابہؓ کی ,, علمی کمزوری ،، کا ایک مظہر ہے ۔ ابن خلدون نے ساتھ ھی یہ بھی لکھا کہ اس سے صحابہؓ کی (خدانخواستہ) توہین کا کوئی پہلو نہیں نکلتا اس لئے کہ کتابت اور املاء کی مہارت کی حیثیت ذاتی کمال کی نہیں بلکہ ایک اضافی کمال کی ہے (۵۸) ۔ تاہم اس کے اس جرأت مندانہ اور محققانہ نظریہ پر بھی تین قسم کے ردعمل سامنے آئے ھیں : ۔

الف ۔ رسم میں نظریۂ توقیف کے حامیوں نے تو خود ابن خلدون کو گستاخ اور جاهل بنا ڈالا اور بعض نے تو ابن خلدون کے موقف کے پہلے حصے کو بیان کیا مگر (عمداً) دوسرے حصے کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش بھی کی ہے (۵۹) ۔

ب ۔ رسم المصحف کے مخالفوں اور ,, ھجاء حدیث ،، اور ,, رسم جدید ،، کے حامیوں نے ابن خلدون کی رائے کو اپنے لئے ایک عمدہ

ھتھیار خیال کیا - اسے رسم المصحف کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا زریں موقع سمجھا اور اسے اپنی زبان درازی اور صحابہؓ کے علم میں طعن کے لئے گویا بطور استدلال یا تائید استعمال کیا - اس کی ایک مثال ایک مصری مؤلف محمد عبداللطیف کی کتاب ,,الفرقان،، میں ,,ھجاء القرآن و رسمه ،، کے عنوان کے تحت نظر آئے گی - جس میں رسم المصحف کے خلاف اپنا سارا زھر اگلنے کے بعد آخر پر ابن خلدون کا اقتباس اس موقف کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ ,, رسم المصحف کی کوئی علمی بنیاد نہیں ہے ،، - یہ کتاب حکومت مصر نے ضبط کر لی تھی (۶۰) -

ج - بعض اعتدال پسند منصف مزاج اھل علم نے ابن خلدون کے نظریہ کو سراھا ہے اور اسے رسم قرآنی اور رسم قیاسی کے باھمی اختلافات کی ایک معقول توجیہ قرار دیا ہے (۶۱) اور یہ کہ ابن خلدون ھرگز صحابہؓ کی شان میں کسی گستاخی کا مرتکب نہیں ھوا نہ اس نے کبھی یہ کہا کہ رسم المصحف کو ترک کرنا چاھیئے اور نہ ھی اس نے مصری تجدد پسند عبدالعزیز فہمی (۶۲) یا مؤلف ,, الفرقان ،، کی طرح صحابہؓ یا رسم المصحف کے بارے میں جھل یا سخافت وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ھیں - بلکہ اس نے تو رسم المصحف کی تقدیس اور تکریم کی معقول وجہ بھی بیان کر دی ہے - البتہ اس نے قائلین توقیف کی غیر معقول تعلیلات پر تنقید ضرور کی ہے -

تیسرا نظریہ :

رسم قرآنی اور عام رسم املائی میں اختلافات کی توجیہ کا ایک (تیسرا نظریہ) ھمارے زمانے میں سامنے آیا ہے - عربی خط (کتابت اور املاء) کی تاریخ اور اس کے ارتقاء پر اثری اکتشافات کے نتیجے میں دستیاب ھونے والے بعض نقوش و لواح اور کتابات (Inscriptions) کے حوالے سے جو جدید تحقیق ھوئی ہے (۶۳) اس سے یہ بات ثابت ھوئی

ہے کہ زمانہ قبل از اسلام اور بعد از اسلام (عہد نبوی و راشدین تک) حجاز میں جو قواعد کتابت اور طریق املاء رائج تھا اس کی اصل نبطی خط تھا (٦٤) جو شمالی علاقوں (شام وغیرہ) سے حجاز میں آیا تھا ۔ اور یہ کہ اس زمانے کی عربی املاء (جو مصاحف عثمانیہ کی تیاری تک رائج تھی) کے کم از کم چار مظاہر تو صاف نبطی الاصل ھیں :(۱) نقط و شکل سے عاری ہونا (۲) وسط کلمہ میں الف کا محذوف ہونا (مالک=ملک) (۳) تائے تانیث (ة) کو تائے مبسوطہ (ت) کی شکل میں لکھنا ۔ اور (۴) رسم ھمزہ کے بعض طریقے مثلاً ھمزہ مضمومہ کے بعد ,, و ،، لکھنا (جیسے اُولئك میں) ۔ اور یہ چاروں مظاہر رسم قرآنی میں موجود ھیں (٦٥) ۔

املاء عربی کے ارتقاء کے اس عبوری نظریہ سے ایک ھی مصحف کے اندر کسی لفظ کی کتابت کے اختلاف کی بھی توجیہ ھو جاتی ہے۔ نبطی خط میں حجاز کے اندر آنے کے وقت تک (کم از کم بھی دو صدیوں کے ارتقاء کی بدولت) املاء کے قواعد میں اگرچہ ایک حد تک پختگی تو آچکی تھی تاھم ابھی ان میں اتنا استحکام اور اتنی یکسانیت پیدا نہیں ھوئی تھی ۔ اور بعض کلمات کو کبھی ایک ھجاء کے ساتھ اور کبھی دوسرے ھجاء کے ساتھ لکھ لیا جاتا تھا (٦٦) ۔ یہ تو اسلام کی برکت سے اور کتابت مصاحف اور اسلامی علوم کی بدولت ایسا ھوا کہ عربی املاء نے یکسانیت اور استحکام کے سارے مدارج جلدی سے طے کر لئے اور جس کی وجہ سے ,, رسم قیاسی ،، ایک مستقل علم بن گیا جس پر مستقل تالیفات وجود میں آ گئیں (٦٧)۔

اور اسی (تیسرے) نظریہ سے یہ بات بھی ثابت ھو جاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ خصوصاً کُتّاب مصاحف اپنے زمانے میں رائج طریقہ ھائے املاء و کتابت سے پوری طرح باخبر تھے ۔ یہ تو ممکن ہے کہ ابھی یہ علم خود طفولیت میں ھو ۔ مگر صحابہؓ کا اس کے بارے میں

علم هرگز طفل مکتب کا سا نہیں تھا ۔ ویسے یہ علم بھی اس وقت تک اپنی طفولیت سے نکل کر بلوغ کے قریب پہنچ چکا تھا ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ صحابہؓ کے طریق املاء میں کلمات کی صرفی و نحوی ,, استعداد ،، یا ,, بنیاد ،، سے آگاھی کا پتہ چلتا ہے (خصوصاً قاعدہ بدل کے اطلاق میں) (۶۸) ۔ بعد میں آنے والے رسم قیاسی کی اصل بنیاد یہی ظہور اسلام کے وقت رائج طریق املاء و ھجاء ھی تھا ۔ بہت کم اصول و قواعد تبدیل کرنے پڑے ۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیئے کہ اس وقت کا معیاری طریق ھجاء وھی تھا جو بعد میں رسم قرآنی کہلایا اور رسم قیاسی اسی میں سے نکلا ۔ اور یہی وجہ ہے بیشتر قواعد میں رسم قرآنی رسم قیاسی کے مطابق ہے ۔ تمام ,,مخالفات،، محدود اور محصور ھیں ۔ یہ سمجھنا غلط ہے کہ شاید رسم قیاسی کو مسخ کرکے رسم قرآنی تیار کیا گیا ۔ رسم قیاسی تو اس وقت تک موجود ھی نہ تھا اور حقیقت یہی ہے کہ قرآن کریم اپنے زمانے کے معروف طریق املاء کے مطابق ھی لکھا گیا تھا ۔

اور اس تیسرے نظریہ کی تائید اس بات سے بھی ھوتی ہے کہ دور صحابہؓ میں ایک بھی ایسا واقعہ بیان نہیں ھوا کہ رسم قرآنی ۔ قرآن کی تلاوت یا قراءت میں کسی صعوبت یا الجھن کا باعث بنا ھو ۔ یہ بات سب سے پہلے امام مالک (ت ۱۷۹ھ) کے زمانے میں سامنے آئی ۔ جب رسم قیاسی کے اصول و قواعد مرتب ھو چکے تھے اور روزمرہ کی زندگی میں یہی ,, نیا ،، رسم قیاسی استعمال ھونے لگا تھا اور لوگ اس سے مانوس ھو چکے تھے اور ,,پرانا ،، طریق املاء اب صرف کتابتِ مصاحف تک محدود ھو گیا تھا ۔ اس لئے وہ عجیب اور غیر مانوس لگنے لگا تھا ۔ رسم قرآنی کے معاملے میں آج کل عرب ملکوں کے تعلیمیافتہ لوگوں کو بالکل اسی قسم کی صورت حال درپیش ہے ۔

۱۹ ـ رسم المصحف اور رسم قیاسی کے درمیان اختلاف کی توجیه کے بارے میں مذکورہ بالا (تین) مواقف سے ہی اس (دوسرے) سوال کے بھی مختلف جواب سامنے آتے ہیں که ,, کیا رسم قرآنی اور رسم قیاسی کے اس فرق و اختلاف کو برقرار رکھنا ضروری ہے ؟ ،، یا دوسرے لفظوں میں یه که ,, کیا کتابتِ مصاحف میں علم الرسم کے اصولوں [جو رسم مصاحف عثمانیه پر مبنی ہیں] کی پابندی واجب ہے؟ اور ان کی خلاف ورزی واقعی حرام ہے ؟

اس سوال کے جواب میں یعنی رسم عثمانی کے التزام یا عدم التزام کے بارے میں بھی تین مواقف سامنے آتے ہیں (۶۹) ـ

(۱) وجوب التزام یعنی پابندی لازمی ہے ـ خلاف ورزی ناجائز ہے

(۲) جواز عدم التزام یعنی پابندی لازمی نہیں ـ خلاف ورزی جائز ہے ـ

(۳) وجوب عدم التزام یعنی پابندی جائز نہیں خلاف ورزی لازمی ہے ـ

لہذا ہر ایک موقف کے قائلین اور ان کے دلائل کا جائزہ لینا ضروری ہے ـ

پہلا موقف :

کتابتِ مصاحف میں رسم عثمانی (یا علم الرسم کے اصولوں) کے التزام کے وجوب کے قائلین میں جمہور علماء سلف و خلف شامل ہیں ـ یعنی یه اہل علم کی اکثریت کا موقف ہے ـ اس موقف کی تائید میں امام مالکؒ ، امام احمد بن حنبلؒ ، (بلکه بقول جعبری ائمه اربعه) ، تمام ائمه رسم (مثل الدانی وغیرہ) اور بیشتر مفسرین و محدثین ، مثل نظام الدین نیشاپوری ، البیہقی، الطحاوی ، القاضی عیاض اور عبدالرحمن المغربی وغیرہم کے اقوال و آراء پیش کئے جاتے ہیں (۷۰)ـ [تاہم یه سب قائلین توقیف نہیں ہیں] ـ اور اس موقف کی تائید میں دلائل یه پیش کئے گئے ہیں که :ـ

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (اس زمانے میں رائج) رسم کے مطابق قرآن لکھا جاتا رہا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اسی رسم کے مطابق لکھا ہوا قرآن چھوڑا ۔ گویا اس رسم کو کم از کم بھی سنت تقریری کی حیثیت تو حاصل ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کتابت قرآن سے شغف اور اس کے اہتمام کو دیکھا جائے تو یقیناً اسے واجب بھی قرار دیا جا سکتا ہے ۔

(۲) عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں مصحف کی کتابت اسی طریقے پر ہوئی ۔ بلکہ ایک ہی کاتب کے ہاتھوں ہوئی ۔ اور مصاحف عثمانیہ ہی باجماع صحابہؓ آئندہ ہمیشہ کے لئے اور سب کے لئے کتابتِ مصاحف کی بنیاد قرار پائے ۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہؓ ، تابعین ، تبع تابعین ائمہ مجتہدین کا (جن کے زمانے میں رسم قیاسی موجود تھا) سب کا اس رسم پر اتفاق ثابت ہے ۔ کسی سے اس کی مخالفت ثابت نہیں ہے (۱) اہل تشیع سے بھی اس کی حمایت اور تائید ثابت ہے اور وہ قاری اور کاتب ہر ایک کے لئے اس سے آگاہ ہونا ضروری گردانتے ہیں (۲) ۔

(۴) یہ عہد نبویؐ کا رسمِ قرآن ہے ۔ اس وجہ سے اسے ایک تاریخی اہمیت بلکہ تقدیس اور تکریم کا درجہ بھی حاصل ہے اور مسلمانوں پر اس کی حفاظت واجب ہے (۳) ۔ اور اسی غرض کے لئے علم الرسم جیسا مہتم بالشان علم وجود میں آیا ۔

(۵) یہی رسم اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے کہ عہد نبوی سے لے کر آج تک قرآن کریم کی کتابت میں ایک حرف تک کا تغیر و

تبدل نہیں ۔ [ھجاء کلمات کے حروف گن کر جوڑنے کا نام ھی تو ہے] بلکه کسی نبره (دندانه) تک کو بھی نہیں بدلا گیا (مثلاً بأَیْید ، بأَیّیکم میں) حتی که اگر یه تسلیم بھی کر لیا جائے که اس رسم میں فنی قواعد کے لحاظ سے کوئی نقص یا کمی رہ گئی تھی ۔ تو اس کی بھی اصلاح نہیں بلکه حفاظت کی گئی ہے ۔ اور نه ھی محض اس وجه سے کبھی قرآن غلط پڑھا گیا ہے ۔

دوسرا موقف :

رسم قرآنی کے عدم التزام کے جواز کے قائلین کا موقف یه ہے که کتابتِ مصاحف میں رسم عثمانی کے التزام کی بجائے املاء قیاسی یا قواعد عامه کا اتباع اور استعمال جائز ہے ۔ اس نظریه کے حامیوں میں علامه ابن خلدون اور قاضی ابوبکر الباقلانی کا نام لیا جاتا ہے ۔ مؤخر الذکر خصوصاً اس نظریه کے پرجوش حامی تھے (۴۳) ۔ اس موقف کے حق میں یه دلائل پیش کئے جاتے ھیں : ۔

(۱) رسم یا املاء کی حیثیت اشارات اور علامات کی ہے لہذا جو طریق املاء بھی درستِ تلفظ پر دلالت کرتا ہے اسی کا اتباع صواب ہے ۔

(۲) رسم عثمانی قرآن کی درست قراءت میں صعوبت اور التباس کا باعث بنتا ہے ۔ تیسیر اور عدم حرج کے اصول شرعی کی بنا پر ۔ جدید اور متعارف طریق املاء کو اختیار کرنا کیوں ناجائز قرار دیا جا سکتا ہے ؟

(۳) قرآن ، سنت یا اجماع امت سے کتابتِ مصحف میں کسی خاص رسم کا قطعی وجوب ثابت نہیں ہے اور نه ھی آنحضرت صلی الله علیه وسلم سے کسی کاتب وحی کو املاء اور ھجاء کلمات میں

کوئی خاص طریقه اختیار کرنے کی کوئی هدایت ثابت ہے۔

(۴) قرآن و حدیث میں کسی متعین رسم کی پابندی کا حکم یا اس کی خلاف ورزی سے نهی اور یا اس خلاف ورزی پر کوئی وعید یا تهدید وارد نہیں هوئی ہے۔

تیسرا موقف :

وجوب عدم التزام کے قائلین کا موقف یہ ہے که عوام الناس کے لئے کتابت مصاحف میں عام املائی قواعد کی پابندی کرنی چاهیئے اور رسم عثمانی سے پرهیز کرنا چاهیئے ۔ رسم عثمانی کی پابندی کے ساتھ لکھے جانے والے مصاحف صرف خواص اور اهل علم کے لئے مختص هونے چاهئیں (٥٧) ۔ اس نظریه کے قائلین میں بدر الدین الزرکشي (صاحب البرهان) اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام شامل هیں ۔ اور اس موقف کے صرف پہلے ,, عوامی قرآن،، والے حصے کے قائلین بلکه حامیوں میں مصر کے جدید علماء میں سے الشیخ حسین والی اور احمد حسن الزیات کا شمار بهی هوتا ہے (٦٧) ۔

اس موقف کے حق میں یه دلائل پیش کئے جاتے هیں :۔

(۱) رسم عثمانی کے مطابق کتابت عوام کے لئے تلاوت اور قراءت قرآن میں دقت اور مشقت کا باعث بنتی ہے اور ان سے بعض دفعه سنگین غلطی کا ارتکاب هو سکتا ہے جو الٹا باعث گناه هوتا ہے۔

(۲) تاهم رسم عثمانی کو محض یادگار سلف هونے کی حیثیت سے باقی رکھنا بهی ضروری ہے۔ ایک چیز کا یادگار هونا اور بات ہے اور روزمره کے استعمال میں لانا دوسری بات ہے۔ اس لئے ,,رسم عثمانی ،، والے مصاحف صرف خواص اهل علم تک محدود رهنے چاهئیں ۔

اور غالباً اسی نظریه سے متأثر ہونے اور اسی رفع التباس کی بنا پر ھی اھل مشرق (ایشیائی ممالک) میں بہت سی چیزوں میں رسم عثمانی سے بالفعل (عملاً) خلاف ورزی کا رواج ہو گیا ہے (۷۷) اور اھل مغرب (افریقه) میں بھی رسم عثمانی کا التزام اس وجه سے پایا جاتا ہے که اس کے بارے میں امام مالکؒ کا واضح قول ثابت ہے اور افریقه اور مغرب میں زیاده تر فقه مالکی کا اتباع کیا جاتا ہے (۷۸) ۔

ان دو نظریوں [جواز عدم التزام اور وجوب عدم التزام] کے قائلین کا ایک مشترکه استدلال یه بھی ہے که جزیره نمائے عرب میں کتابت عہد نبوی سے تھوڑا عرصه پہلے متعارف ہوئی تھی ۔ اور اس کے جاننے والوں کی تعداد بھی محدود ھی تھی ۔ گویا عربی املاء نزول قرآن کے وقت اپنے عہد طفولیت میں تھی اور کتابت میں حاذق اور ماہر لوگ کم ھی تھے ۔ اس لئے اس میں قواعد کے لحاظ سے یکسانیت اور پختگی ابھی نہیں آئی تھی (۷۹) ۔ لہذا ایک مقدس اور متبرک یادگار کے طور پر اس (رسم) کی حفاظت تو ضرور ہونی چاھیئے مگر اسے معمول به بنانے میں کئی مفاسد ھیں ۔

یه بات قابل ذکر ہے که ان مؤخر الذکر دو نظریوں کے حامیوں میں سے کسی نے صحابهؓ یا رسم المصحف کے خلاف کوئی ھرزه سرائی نہیں کی ۔ [جس کے مرتکب دو مصری تجدد پسند عبدالعزیز فہمی اور مؤلف ,, الفرقان ،، ہوئے ھیں] (۸۰) بلکه ان کا موقف اور مقصد صرف قراءت قرآن میں سہولت پیدا کرنا اور التباس اور خطا کے امکانات کو روکنا ھی معلوم ہوتا ہے ۔

۲۰ ۔ بہرحال امت کی غالب اکثریت کتابتِ مصاحف میں رسم المصحف یا رسم عثمانی کی پابندی کی قائل رھی ہے ۔ حتی که یه بھی دیکھا گیا ہے که جن مصاحف کے اندر رسم عثمانی کی (عموماً غیر ارادی) خلاف ورزی موجود ہوتی ہے ان کے بھی سرورق

پر ,,مطابق رسم عثمانی ،، لکھا ہوتا ہے (۸۱) ۔ اہل مشرق میں جو رسم عثمانی کی خلاف ورزی کی زیادہ مثالیں ملتی ہیں ۔ اس کی بڑی وجہ نقل صحیح کا التزام کرنے کی بجائے حافظہ اور قیاس سے کام لینا ہے۔ پیشہ ورانہ عجلت بھی اس کا باعث بنتی ہے اور بڑا سبب کتّابت مصاحف کی کم علمی اور کتابت کی ماہرانہ نگرانی اور پڑتال کا فقدان ہے۔ مصاحف کے مصححین حضرات بھی رسم کی اغلاط سے یا تو خود بھی بے خبر ہوتے ہیں یا رسم کی بجائے حرکات کی اغلاط پر زیادہ توجہ دیتے ہیں ۔ نظریاتی حد تک لوگ ہمیشہ رسم عثمانی کے التزام کے قائل رہے ہیں ۔ بلکہ محتاط کاتب نقل صحیح کی پابندی بھی کرتے ہیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ منقول عنہ نسخہ میں ہی اغلاط موجود ہوں (۸۲) ۔

دور طباعت میں جب رسم عثمانی کی (عملی) مخالفت کی مثالیں بکثرت سامنے آنے لگیں (قلمی دور میں ان کا دائرہ محدود تھا) تو اہل علم میں اس کے تدارک کا داعیہ پیدا ہوا جس کے نتیجے میں علم الرسم کے قواعد کی پابندی پر مبنی بعض مصاحف تیار ہوئے (۸۳) جن میں مصری ، شامی ، سعودی، تونسی اور لیبی مصاحف قابل ذکر ہیں ۔ تجدد پسندوں کی انتہا پسندی کے خلاف ردعمل کے طور پر بھی رسم عثمانی کے حق میں داعیہ کی تجدید کا عمل شروع ہو گیا ہے ۔

جہاں تک رسم عثمانی کی وجہ سے قراءت میں التباس والے اعتراض کا تعلق ہے تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ علم الضبط کے ذریعے اس مشکل پر مکمل قابو پا لیا گیا ہے۔ اور یوں بھی قرآن کریم کی تعلیم صرف کتابت پر کبھی منحصر نہیں رہی ۔ اس کے لئے عہد نبوی سے جاری ۔ تلقی و سماع کے طریقے پر استاد یا شیخ سے شفوی طور پر (زبانی) تلفظ اور اداء کا سیکھنا ناگزیر ہے۔ بلکہ اس طریقے

کے بغیر تو آپ کسی بھی زبان کا پڑھنا یا بولنا نہیں سیکھ سکتے۔

عرب ممالک کے خواندہ لوگوں کے لئے رسم الخط کی ثنویت (روزمرہ میں رسم قیاسی اور تلاوت میں رسم عثمانی سے واسطہ پڑنا) التباس اور صعوبت کا باعث بنتی ہے۔ ورنہ دنیا میں لاکھوں (بلکہ شاید) کروڑوں ایسے مسلمان ھیں جو اسی رسم عثمانی کے مطابق (بیشتر مطابقت ھی ھوتی ہے) لکھے ھوئے مصاحف سے اپنے علاقے میں رائج علامات ضبط کی بنا پر ھمیشہ درست تلاوت کرتے ھیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس معاملے میں ,, عوام ،، کا نام تو محض ایک ,, نعرہ ،، کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ورنہ ضرورت تو پڑھے لکھے عربی دانوں کو رسم قرآن سے شناسا کرنے کی ہے رسم قرآنی کو ترک کرنا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ بلکہ اس کے مفاسد بہت زیادہ ھیں (۸۴) ۔ جب کہ رسم عثمانی کے التزام میں متعدد علمی اور دینی فوائد کا امکان غالب ہے (۸۵) ۔

۲۱ ۔ البتہ رسم عثمانی کے بارے میں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ اس کی بنیاد روایت پر ہے اور روایت میں اختلاف کا پیدا ھونا ایک طرح سے ناگریز ہے۔ یہاں بھی اختلاف روایات موجود ہے۔ خود مصاحف عثمانیہ یا مصاحف امصار کے اندر طریق ھجاء اور املاء کے اختلافات سے علم الرسم کی کتابوں میں بحث کی جاتی ہے اور کتب رسم میں ایک اختلاف بیان کرکے عموماً ساتھ یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ اب ھمارے ھاں فلاں صورت پر عمل کیا جاتا ہے۔ مثلاً المارغنی نے لکھا ہے کہ اس کی شرح مورد کی بنیاد ,, بیان ماجری بہ العمل فی قطرنا التونسی ،، (اھل تونس کے معمول بہ قواعد کا بیان) ہے۔ اسی طرح علی محمد الضباع نے اکثر جگہ اختلاف روایت بیان کرکے ساتھ اس قسم کے فقرے لکھے ھیں کہ ,, جری علیه المغاربة ،، (اھل مغرب کا عمل اس پر ہے) یا مثلاً ,, علیه جری عملنا ،، (ھمارا عمل

اس پر ہے) یا مثلاً ,, وعلیه العمل ،، (اور عمل اس پر ہے) (۸٦) وغیرہ۔

پھر علماء رسم میں کسی اختلاف کی صورت میں ترجیح راجح کے اصول بھی بعض دفعہ مختلف ہوتے ہیں ۔ مثلاً مصری ، سعودی اور شامی علماء الدانی کے مقابلے پر (بصورت اختلاف) اس کے شاگرد ابوداؤد کے قول کو ترجیح دیتے ہیں [مصری، شامی اور سعودی مصاحف اسی اصول پر تیار ہوئے ہیں] ۔ مگر لیبیا والے ابوداؤد کے مقابلے پر الدانی کے قول کو ترجیح دیتے ہیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ لیبیا سے حال ہی میں شائع ہونے والے ,, مصحف الجماهیریه ،، میں کم و بیش ۱۳٦ مقامات پر الدانی کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے مصری یا سعودی مصحف کی(رسم میں) مخالفت کی گئی ہے (۸۷) ۔ اس مخالفت سے قراءت یا تلفظ میں کوئی فرق نہیں پڑتا ۔

۲۲ ۔ پاکستان میں حکومت اور ناشرین قرآن ۔ دونوں ہی رسم قرآنی یا رسم عثمانی کی حقیقت اور اس کے تقاضوں سے بے خبر ہیں ۔ سعودی علماء علم الضبط اور علم الرسم میں فرق ہی نہیں کر سکے ۔ اور وہ اپنے یا عرب ملکوں کے ضبط کو وحی کا درجه دیتے ہیں۔ اور اس کے مخالف ضبط والے مصاحف کا اپنی مملکت میں داخلہ بند کر دیا ہے اور عوام کے لئے تلاوت قرآن جیسے کام میں رکاوٹیں اور مشکلات پیدا کر دی ہیں ۔

ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے ضرورت اس امر کی محسوس ہوتی ہے که پاکستان میں اہل علم کا ایک بورڈ ۔[ضروری نہیں که وہ منظور شدہ سرکاری ,, علماء ،، ہوں] ۔ علم الرسم کی روشنی میں متفق علیه کلمات کی ایک فہرست تیار کرے ۔ اور پھر مختلف فیه کلمات کی ایک پوری فہرست بنائی جائے ۔ خصوصاً جن کا تعلق کوفی مصحف یا قراءت حفص سے ہو ۔ کیونکہ اس علاقے میں یہی رائج ہیں ۔ اور اگر باقی تمام مصاحف پر مبنی اور رائج رسماً مختلف

فیه کلمات کی فہرست بھی بن جائے تو یہ ایک مزید علمی خدمت ہوگی ۔ اس طرح تمام مختلف فیه کلمات کی بھی ایک جامع فہرست بن جائے جس میں اختلاف کی تمام مروی صورتیں جمع کر دی جائیں ۔ اس کے بعد کتابت مصاحف کی نگرانی کا ایسا بندوبست کر دیا جائے که کم از کم متفق علیه امور کی خلاف ورزی ہرگز نه ہونے پائے ۔ اور مختلف فیه کلمات کی مروی دو یا تین صورتوں میں سے ھی کسی ایک صورت کا اختیار کرنا لازمی ہو ۔ اور اس میں چاھے اپنے علاقے کے مصحف (یعنی کوفی) کے رسم کو ترجیح دی جائے۔ بہرحال بیان کردہ اور مروی مختلف فیه صورتوں سے باھر کوئی صورت اختیار نه کی جائے ۔

اگر حکومت پاکستان کو خدا یه توفیق دے (ویسے یه اس کی دستوری ذمه داری بھی ہے) که وہ ان اصولوں کے مطابق رسم عثمانی کے التزام پر مبنی ایک نسخه قرآن (کا مسودہ) تیار کرائے یا بطور نمونه ھی محدود تعداد میں شائع کر دے ۔ اس کے بعد تمام ناشرین کو رسم کی حد تک اسی کے اتباع کا پابند کر دے (۸۸) ۔ البته اس کے لئے ضبط کی علامات وھی اختیار کی جائیں جو برصغیر میں عام طور پر رائج ھیں ۔ ھاں اگر کہیں اس سے بہتر علامت ضبط ملے تو اسے بھی اختیار کر لینا چاھیئے ۔ یا ضرورتاً کوئی نئی علامات ضبط ایجاد بھی کی جا سکتی ھیں ۔ تاھم عملاً اس کی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکه ھمارا نظام ضبط عرب ملکوں میں رائج ضبط سے زیادہ ترقی یافته بھی ہے اور ھمارے لوگوں کے لئے موزوں اور مانوس بھی ہے ۔ اگر ایسا ھو جائے تو یه قرآن کریم کی ایک بہت بڑی خدمت ہوگی ویسے بھی اپنے اسلامی تشخص کی بناء پر پاکستان کا اس معاملے میں اپنے برادر اسلامی ملکوں سے پیچھے رہ جانا کوئی عزت کی بات نہیں ہے ۔

حوالے اور حواشی

۱ ۔ لبیب ص ۲۳

۲ ۔ یوسف علی (مقدمہ) ص ۹

۳ ۔ مصحف (مثلث المیم) کے معنی ھیں جامع الصحف ۔ اس اصطلاح کے اندر تدوین و جمع قرآن کی پوری داستان جھلکتی نظر آتی ہے [صحف اور مصحف کے معنی اور ان کے باھمی تعلق کی مزید وضاحت کے لئے دیکھئے Denffer ص ۴۳ اور دلیل ص ۱٦] عہد خلافت راشدہ ۔ خصوصاً عہد عثمانی سے لفظ ,, مصحف " نسخۂ قرآن کے معنی میں استعمال ہوتا چلا آیا ہے اس کی جمع ,, مصاحف " ہے ۔ جہاں ,, نسخہ ھائے قرآن " کہنا ہو ، اس کے لئے یہی لفظ (مصاحف) استعمال کرنا چاھیئے ۔ قرآن کی جمع ,, قرآنوں " یا ,, قرآن ھا " یا "Qurans" کا استعمال درست نہیں ہے ۔ اس لئے کہ قرآن متعدد نہیں بلکہ ایک ھی ہے ۔

۴ ۔ دلیل ص ۳۰ ، سمیر ص ۲۷ ، غانم ص ۱۵۵

۵ ۔ ,,املاء " بھی عربی لفظ ہے اور اس کے معنی ,, لکھوانا " یا (Dictation) کے ھیں ۔ تاھم اردو فارسی میں یہ لفظ انگریزی Spelling کے مترادف ہے ۔ عربی میں اس مقصد کے لئے لفظ ,,ھجاء" استعمال ھوتا ہے ۔ اگرچہ عربی میں اسی لفظ کے کچھ اور معنی بھی ھیں ۔

٦ ۔ مذکورہ الفاظ میں سے ,, الکتابة ، الخط ، الزبر ، السطر اور الرقم " سے افعال اور مشتقات قرآن کریم میں مستعمل ہوئے ھیں ۔

۷ ۔ مقدمہ ج ۱ ص ۸۴۷

۸ ۔ قلقشندی ج ۳ ص ۱۷۲

۹ ۔ حضرت عثمانؓ نے خود کوئی مصحف نہیں لکھا تھا ۔ یہ مصاحف (عثمانیہ) ان کے حکم سے تیار کرائے گئے تھے ۔ اس لئے ان کے طریق املاء کے لئے ,, رسم عثمانی " کی اصطلاح وجود میں آئی ۔ جن لوگوں کو بوجوہ یہ اصطلاح پسند نہیں وہ رسم مصحف یا رسم قرآنی وغیرہ کہہ لیتے ھیں ۔ مراد سب کی ایک ھی ہے یعنی ,, علم الرسم " ۔

۱۰ ۔ تلخیص ص ۵

۱۱ ۔ المیسر (مقدمہ) ص اول

۱۲ ۔ دلیل ص ۳۰ ، سمیر ص ۳۰

۱۳ ۔ تجزیہ روایات کے لئے دیکھئے البری ص ۳۳ ۔ ۳۵ اور غانم ص ۱۲٦ .

۱۴ ۔ نیز دیکھئے Denffer ص ۵۴ ۔ ۵۵ ، جہاں مراحل جمع قرآن کی ترتیب زمانی کو ایک سادہ مگر عمدہ چارٹ کی شکل میں پیش کیا گیا ہے ۔

۱۵ ۔ دلیل ص ۱۵ ۔ ۱٦

۱٦ ۔ البری ص ۳۵ ببعد ، دلیل ص ۱۸

۱۷ ۔ البری ص ۴۷

۱۸ ۔ دلیل ص ۱۹

۱۹ ۔ سمیر ص ۱۷

۲۰ ـ تفصیل کے لئے دیکھئے غانم ص ۱۹۸ اور ص ۲۳۰

۲۱ ـ نخبہ ص ۲۳

۲۲ ـ یہی کتاب (نخبہ) ص [illegible] ـ ۵۸

۲۳ ـ ابن درستویہ (ت ۳۴۶ھ) نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے لوگوں نے اپنی اپنی رائے کے مطابق اصول املاء وضع کئے جن میں بہت سے غلط بھی ہیں ـ اور یہ کہ اس نے اپنی کتاب کو قیاس نحوی سے زیادہ قریب کرنے کی کوشش کی ہے ـ دیکھئے ابن درستویہ ص ۶

۲۴ ـ ابن الندیم نے اس قسم کی کتابوں میں سے بعض کا ذکر کیا ہے مثلاً ابوحاتم سجستانی کی کتابُ الخط والہجاء (الفہرست ص ۸۸) ابن درستویہ کی کتاب المتمم ، اور کتاب الهجاء (الفہرست ص ۹۳ ـ ۹۵) اور الکسائی کی کتاب الهجاء (الفہرست ص ۹۸) وغیرہ اس قسم کی مزید کتابوں کے ذکر کے لئے دیکھئے غانم ص ۲۳۱ ببعد ـ

۲۵ ـ غانم ص ۱۹۸

۲۶ ـ اس زمانے تک پیشہ ورانہ اور فنی خطاطی کی طرف بھی پیش رفت شروع ہو گئی تھی ـ تابعین میں سے ابومحکیم، مطر اور مالک بن دینار کی عمدہ خطاطی اور (پیشگی طے کئے بغیر) اجرت پر مصاحف لکھنے کا ذکر ملتا ہے ـ دیکھئے المصاحف ص ۱۳۰ ـ ۱۳۲ء.

۲۷ ـ الکردی ص ۱۳۳

۲۸ ـ یہ واقعہ علم الرسم کی قریباً تمام کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے مثلاً دیکھئے المقنع ص ۹ ، الکردی ص ۱۰۳ ـ ۱۰۴ ، دلیل ص ۲۲ ـ ۲۳ ، غانم ص ۱۹۹ اور سمیر ص ۱۸

۲۹ ـ العقیلہ ص ۲ ، دلیل ص ۲۶ ، سمیر ص ۲۷

۳۰ ـ اور اس زمانے میں لوگ خصوصاً اہل علم تعلیمی اور دینی و علمی اغراض کے لئے حرمین میں فی الواقع طویل قیام کیا کرتے تھے ـ نہ تو آج کل کی طرح چالیس دن کے اندر حرمین سے نکل جانے کی پابندی تھی ـ اور نہ ہی وہ لوگ خریداری (Shopping) کے دلدادہ ہوتے تھے ـ

۳۱ ـ اس قسم کے املائی اختلافات کی مزید یکجا امثلہ کے لئے دیکھئے الفرقان ص ۶۳، الکردی ص ۱۲۸ـ۱۳۱، اور الدوسری (مقدمہ) [illegible] ز » اور ویسے تو علم الرسم کی ہر کتاب اسی قسم کے اختلافات کے بیان سے بھری پڑی ہے ـ

۳۲ ـ اور اس کی بڑی وجہ غالباً اس بارے میں امام مالکؒ کا مشہور فتوی بھی تھا ـ افریقہ اور اندلس میں زیادہ تر فقہ مالکی ہی رائج ہوئی اور شمالی افریقہ کے ملکوں میں اب تک غالب اکثریت میں مذہب مالکی [illegible] ہے ـ

۳۳ ـ تفصیل کیلئے دیکھئے [illegible] ص [illegible] ـ ۱۹

۳۴ ـ ابن الندیم کے [illegible] کے لئے دیکھئے الفہرست ص ۵۴، ص ۵۵ اور ص ۸۷ ـ

۳۵ ـ المقنع ص ۲۲ [illegible] ص ۲۳

۳۶ ـ غانم ص ۱۴۲ ـ ۱۴۳

۳۷ ـ دیکھئے المورد ص ۳۴۵ تا ۳۶۶

۳۸ ـ الفہرست ص ۸۸ ، ۹۸ ، ۱۰۰ اور ۱۹۲

۳۹ ـ دلیل ص ۳۵ ، ۳۶ ، غانم ص ۱۴۲

۴۰ـ غانم ص ۱۵٦ جس میں لکھا ہے کہ ,, ویظهر فیه نزوع شدید الی استخدام مادة (رسم) للدلالة خاصة علی خط القرآن " .

۴۱ـ یہ کتاب غالباً طبع ہو چکی ہے اگرچہ اشارہ واضح نہیں ہے۔ دیکھئے المورد ص ۳۱۳ .

۴۲ـ دیکھئے ان مصاحف کے ضمیمہ ہائے ,, التعریف "۔ مصری مصحف ص ,, د " سعودی مصحف ص ,, أ " اور لیبی مصحف ص ,, ج " اور ,, و "۔

۴۳ـ غانم ص ۳۸۸ اور ص ۱۷۹ ۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے مخطوطہ میں کنیت ,, ابن الطاهر " اور باپ کا نام طاہر کی بجائے ,, ظافر" لکھا ہے اور کتاب کا نام ,, فی مرسوم خط المصحف مرتباً علی سور القرآن الکریم " دیا گیا ہے۔ مقالہ نگار نے اسی مخطوطہ سے استفادہ کیا ہے۔

۴۴ـ البرهان ج ۱ ص ۳۸۰ ـ ۳۳۰ ـ نیز اس پر تنقید کے لئے دیکھئے صبحی ص ۲۷۷ اور المیسر (مقدمہ) ص ,, ی " و ,, ك " اور اس کی بعض تعلیلات پر تبصرہ کے لئے دیکھئے الکردی ص ۱۵۳ ـ ۱۵٦

۴۵ـ دیکھئے المورد ص ۳۱۳ ـ ۳۳۲

۴٦ـ ان چار مخطوطات میں سے نمبر ۲ (جامع الکلام ....) کا ذکر غانم قدوری نے اپنی کتابیات میں کیا ہے (غانم ص ۷۸۹) ـ باقی کا ذکر مجلہ المورد العدد العاشر ۱۹۸۱ء میں شائع ہونے والے ابتسام مرهون الصفار کے ایک تحقیقی مضمون بعنوان ,, معجم الدراسات القرآنیة المطبوعه والمخطوطه " میں آیا ہے۔

۴۷ـ تفصیل کے لئے دیکھئے غانم ص ۱۸۳ ـ ۱۸۵

۴۸ـ زرکلی نے اس کا نام ,, خمیلة ارباب المقاصد " لکھا ہے (زرکلی ج ۱ ص ۴۹) اور غانم قدوری نے اپنی کتابیات میں اس مخطوطہ کا نام خمیلہ (جمیلہ) دونوں طرح لکھا ہے۔ علم الرسم میں الجعبری کے اپنے قصیدہ لامیہ ,, روضة الطرائف " کا الگ ذکر اوپر پیرا گراف ۱۲ میں نمبر ۱۰ پر ہو چکا ہے۔

۴۹ـ غانم ص ۱۷۸

۵۰ـ ذرا دیکھئے ابن درستویہ ص ۷ تا ۹ ـ (فہرست مندرجات) اسی سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ قواعد خمسہ ہی وہاں بھی موجود ہیں ـ

۵۱ـ ان مؤلفین اور ان کی کتب کا تعارف مقالہ هذا کے پیراگراف نمبر ۱۱ اور نمبر ۱۲ میں کرایا جا چکا ہے۔

۵۲ـ العقیلی ورق ۵ / الف

۵۳ـ ان کتابوں کا اجمالی ذکر اسی مقالہ کے پیراگراف نمبر ۱۲ میں گزر چکا ہے ـ ارکاٹی اور العقیلی کی کتاب (مخطوطے کا فوٹو سٹیٹ) مقالہ نگار کے پاس موجود ہیں ـ باقی کتابوں کے بارے میں غانم قدوری کے بیان پر اعتماد کیا گیا ہے دیکھئے غانم ص ۱۸٦

۵۴ـ مزید وضاحت کے لئے دیکھئے غانم ص ۳۴۷ ـ ۳۵۷ ـ

۵۵ـ سمیر ص ۲۳ ـ ۲۵ ، الزرقانی ص ۳۷۰ و ص ۳۷۵ ، الکردی ص ۱۹۳ اور خصوصاً ص ۲۲۵ ـ ۲۲۷ ـ ان میں سے اکثر نے صاحب الابریز شیخ عبدالعزیز الدباغ کا ایک اقتباس بھی نقل کیا ہے ـ

۵٦ـ نمونہ کے لئے دیکھئے البرهان ص ۳۸۰ ببعد اور الکردی ص ۱۵۴ ببعد

۵۷ـ الکردی ص ۲۲۴ ببعد ـ خصوصاً الکردی کے ایک سوال کے جواب میں حبیب اللہ شنقیطی

مرحوم کا خط جو مؤلف نے پورا شائع کر دیا ہے۔ نیز مؤلف نے نظریۂ توقیف کے ناقابل قبول ہونے پر نہایت عمدہ دلائل دئے ہیں۔ طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم یہ پوری بحث مقالہ میں لے آتے۔ جو الکردی ص ۹۸ ۔ ۲۰۱ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

۵۸ ۔ ہم نے یہاں ابن خلدون کی رائے کی صرف تلخیص پیش کی ہے۔ مکمل بحث مقدمہ ص ۴۷۷ ۔ ۴۷۸ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

۵۹ ۔ اس کی ایک مثال سمیر ص ۲۱ پر ملتی ہے جہاں مؤلف نے ابن خلدون کا ادھورا اقتباس دے کر اس کے نظریہ کو ,, افراط ،، اور صحابہؓ کی شان کے منافی قرار دیا ہے۔

۶۰ ۔ الفرقان ص ۵۴ تا ص ۹۱ ۔ نیز دیکھئے غانم ص ۲۱۲ ، جہاں اس کتاب کا پورا قصہ لکھا ہے۔

۶۱ ۔ اس کی ایک مثال مصری مؤلف عبدالجلیل عیسی ہیں ۔ جنہوں نے ابن خلدون کو داد دی ہے دیکھئے المیسر (مقدمہ) ص ,, ی ،، تا ,, ل ،،

۶۲ ۔ یہ فہمی صاحب ، مصطفی کمال کی طرح ، عربی کو بھی بحروف لاطینی لکھنے کے پرجوش حامی تھے اس کے لئے اس نے ایک کتاب ,, الحروف اللاتينية لكتابة العربية (قاهرة ۱۹۴۴ء) لکھی جس میں اس نے رسم المصحف کو سخیف (احمقانہ) لکھا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے غانم ص ۲۱۲ ۔

۶۳ ۔ اردو میں غالباً اب تک اس موضوع پر بھی کوئی قابل ذکر تحقیقی کام (یا کسی ایسے کام کا ترجمہ تک) نہیں ہوا ہے۔ انگریزی (اور بعض دوسری یورپی زبانوں میں بھی) اور عربی میں اس پر اچھا مواد دستیاب ہے مثلاً صلاح الدین المنجد ، سہیلہ الجبوری ، نبیہ عبود ، صفدی، ماری شمل ، اور غانم قدوری کی تالیفات قابل ذکر ہیں ۔

۶۴ ۔ نامی ص ۷ ، عبود ص ۲، ۳ ، ۱۴ ، ذنون ص ۷ ببعد اور نقشبندی ص ۲۰۳ ببعد

۶۵ ۔ المنجد ص ۱۹ اور المورد ص ۳۹ ۔ ۴۱

۶۶ ۔ اس کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے ہمارے ہاں انگریزی کے دو ہجاء ، برطانوی اور امریکی رائج ہیں ۔ بلکہ اردو کے بھی دو ہجاء چلتے ہیں ایک عام معروف ہجاء اور دوسرا انجمن ترقی اردو کا سرکاری ہجاء ۔

۶۷ ۔ دیکھئے مقالہ ھذا کا حاشیہ نمبر ۲۴

۶۸ ۔ رسم قیاسی کی اتنی ترقی اور استحکام کے باوجود املاء کے بعض طریقوں میں رسم قیاسی کے مقابلے پر آج بھی رسم قرآنی زیادہ علمی اور زیادہ سائنٹفک ہے مثلاً ,,اشترلہ،، کے قرآنی رسم کے مقابلے پر رسم قیاسی کا ,, اشتراہ ،، علمی اعتبار سے یقیناً ناقص ہے مزید مثالوں کے لئے دیکھئے مقالہ ھذا کا پیراگراف نمبر ۹ کے آخر پر دی گئی فہرست کلمات ۔

۶۹ ۔ القاضی ص ۷۹ ببعد ، الخلیفہ ص ۲ اور مجلة الكليه ص ۳۳۲ ببعد ۔

۷۰ ۔ سمیر ص ۱۸ ۔ ۲۰ ، مجلہ الکلیہ ص ۳۳۲، الزرقانی ص ۳۷۲

۷۱ ۔ القاضی ص ۸۳

۷۲ ۔ نامۂ آستان ص ۱۵ ، تجوید القرآن ص ۷

۷۳ ۔ یہ ,, حفاظت ورثہ ،، والی بات جذباتی ہی نہیں اپنے اندر ایک تہذیبی بلکہ قانونی اہمیت بھی رکھتی ہے۔ برسبیل تذکرہ مصر کے ایک ناشر کے خلاف رسم قیاسی کے ساتھ لکھا ہوا ایک مصحف چھاپنے پر مقدمہ چلا ۔ عدالت نے ناشر کے خلاف فیصلہ دیا اور نسخہ کی ضبطی کا حکم جاری کیا ۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں ایک ,, نقطہ توجہ ،، یہ لکھا کہ ,, آثار سلف کی

حفاظت ترقی یافتہ اقوام کا فریضہ اولین ہے۔ "۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز شکسپیئر (یا دوسرے قدیم شعرا مثل چوسر وغیرہ) کا کلام ان ہی کے زمانے کے ہجاء وغیرہ کے ساتھ چھاپنا ضروری خیال کرتے ہیں اور وہ کسی طابع یا ناشر کو اس کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دیتے۔ حالانکہ تین چار سو سال میں انگریزی زبان بدل کر کچھ سے کچھ ہو چکی ہے۔ تو پھر قرآن کے بارے میں یہ اجازت کیسے دی جا سکتی ہے "؟ واقعہ کی اصل روایت کے لئے دیکھئے القاضی ص ۸۶ ـ ۸۷ .

۷۴۔ الزرقانی ص ۳۷۳ ـ ۳۷۴ ـ جہاں الانتصار للباقلانی کا ایک طویل اقتباس بھی دیا گیا ہے۔

۷۵۔ القاضی ص ۷۹ ـ ۸۰ ، مجلة الکلیه ص ۳۳۸ ـ قریباً یہی بات امام مالک نے کہی تھی کہ بچوں کی تعلیم کے لئے رسم عثمانی سے ہٹ کر لکھنا جائز ہے (دیکھئے دلیل ص ۴۳)

۷۶۔ القاضی ص ۸۲ ـ ۸۳ .

۷۷۔ القاضی ص ۸۰ (بحوالہ التبیان) ، الکردی ص ۱۹۷ ـ ۱۹۸ ،

۷۸۔ افریقی ممالک میں بچہ جتنا حصہ قرآن پڑھتا ہے وہ تختی پر نقل کرکے استاد کو دکھاتا بھی ہے۔ بلکہ اس مقصد کے لئے وہاں حروف سے بھی پہلے مکمل کلمات کا لکھنا سکھایا جاتا ہے۔ اس چیز سے وہاں مصحف کی نقل صحیح اور رسم عثمانی کی حفاظت کی روایت قائم ہو گئی ہے۔ جسے بوجوہ اہل مشرق برقرار نہیں رکھ سکے۔

۷۹۔ القاضی ص ۸۱ ـ ہم اس پر ابھی پیراگراف ۱۸ کے آخر پر تنقید اور تبصرہ کر چکے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ دوبارہ اسے بھی مستحضر کر لیا جائے۔

۸۰۔ ان دونوں کے متعلق بھی پیراگراف ۱۸ میں " دوسرا نظریہ " کے تحت بات ہو چکی۔ نیز دیکھئے حاشیہ نمبر ۶۰ مقالہ ھذا۔

۸۱۔ مثلاً راقم الحروف کے پاس بمبئی سے مطبوعہ دو مصحف (ایک ۱۲۸۹ ھ کا اور دوسرا ۱۳۰۳ھ کا) ایسے موجود ہیں جن پر صرف رسم عثمانی نہیں بلکہ " مصحف سیدنا عثمان " کے رسم سے موافقت کا خصوصی ذکر ہے۔ مگر وہ رسم کی اغلاط سے یکسر مبرا نہیں ہیں۔

۸۲۔ راقم الحروف نے ایک دفعہ پیر عبدالحمید مرحوم سے (جو تاج کمپنی کے مشہور کاتب مصاحف تھے) یہ پوچھا کہ " آپ کتابت مصحف میں رسم عثمانی کا التزام کس طرح کرتے ہیں "؟ انہوں نے رسم عثمانی سے یکسر بے خبری کا اظہار کیا۔ میرے دوبارہ سوال پر کہ "پھر آپ کے پاس کلمات قرآن کی ٹھیک املاء اور درست ہجاء کا کیا معیار ہے "؟ تو انہوں نے بتایا کہ " میں اور کچھ نہیں جانتا صرف انجمن حمایت اسلام کا مطبوعہ نسخہ قرآن سامنے رکھ کر ٹھیک ٹھیک نقل کی کوشش کرتا ہوں "۔ انجمن کا یہ نسخہ اپنی صحت کی بجا شہرت رکھتا ہے اگرچہ رسم کے نقطہ نظر سے وہ بھی اغلاط سے خالی نہیں ہے۔

اس کے مقابلے پر راقم الحروف ہی کے پاس ضلع جھنگ کے ایک صاحب علم کاتب کا لکھا ہوا ایک خاندانی قلمی مصحف ایسا بھی ہے جس میں کاتب خاص خاص جگہوں پر بین السطور یا حاشیہ میں " بحذف الف " یا " بزیادة الواو " وغیرہ کا نوٹ دے کر بعض دفعہ ساتھ کسی اہم کتاب الرسم مثلاً " العقیلہ " کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔

۸۳۔ اس قسم کے مصاحف کی تیاری کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے دیکھئے القاضی ۹۱ ـ ۹۳ ، غانم ص ۶۰۱ ـ ۶۰۹ ـ

۸۴۔ مزید وضاحت کے لئے دیکھئے الزرقانی ص ۳۹۰ ببعد۔

۸۵ ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے سمیر ص ۲۲ ۔ ۲۳ ، القاضی ص ۸۶ ۔ ۸۷ ، اور الزرقانی ص ٣٦٦ ببعد

۸٦ ۔ دیکھئے دلیل ص ۵، اور سمیر ص ٣٦، ۴۰ ، ۵۰ ، ٦۷ اور ٦۷ وغیرہ متعدد مقامات پر ۔

۸۷ ۔ دیکھئے مقالہ ھذا کا حاشیہ نمبر ۳۲ ۔

۸۸ ۔ الازھر کی مجلس فتوی کی طرف سے ۱۳۵۵ ھ میں (بذریعہ مجلة الازھر) یہ فتوی جاری ھوا تھا کہ رسم عثمانی کی پابندی کے بغیر قرآن کریم کی طباعت ناجائز ہے ۔ اس کے بعد سے طباعت مصاحف میں اس التزام کے بارے میں ایک تحریک سی پیدا ھو گئی ہے ۔ مگر جدید اور قیاسی املاء کے عادی خواندہ لوگوں کے لئے رسم قرآنی میں کیسے سہولت پیدا کی جائے ؟ اس سوال کا ایک جواب تو دقت نظر سے اختیار کردہ علامات ضبط کا نظام ہے ۔ دوسرا علاج اس کا الازھر والوں نے ۱۳٦۸ ھ میں ایک دوسرے فتوی کی صورت میں دیا جس کی روسے یہ جائز قرار دیا گیا کہ اصل متن تو رسم عثمانی کے مطابق ھی رھے مگر نیچے ذیل (فٹ نوٹ) کے طور پر ,, مشکل ،، کلمات کو جدید املاء یا رسم معتاد کی شکل میں الگ بھی لکھ دیا جائے ۔ چنانچہ عبدالجلیل عیسی کے حاشیہ کے ساتھ ,, المصحف المیسر ،، اسی اصول پر علماء الازھر کی نگرانی میں تیار ھو کر شائع ھوا تھا ۔ یہ بھی اس مسئلہ کا ایک عمدہ حل ہے ۔ تاھم غالباً پاکستان میں اس کی ضرورت نہیں ۔ یہ پڑھے لکھے عربوں کے مسئلہ کا حل ہے ۔ ھمارے ھاں رسم عثمانی کا مکمل التزام درکار ہے ۔ اور اس کے پڑھنے کے لئے ھمارا نظام ضبط اور استاد کی تعلیم کافی ہے ۔

,, مفتاح المــراجع ،،

مقالہ کی تیاری میں جن کتب اور مجلات وغیرہ سے مدد لی گئی ہے ۔ تکرار میں طوالت سے بچنے کے لئے ان کے حوالے اختصار کے ساتھ مذکور ھوئے ھیں ۔ ذیل میں ان تمام حوالوں کی ,,مفتاح،، ابجدی ترتیب کے ساتھ پیش کی جاتی ہے ۔ اس میں بیان کتابیات کے روایتی طریقے پر ھر ایک حوالے کے متعلق ضروری معلومات شامل ھیں ۔

۱ ۔ البرھان : امام بدر الدین الزرکشی ۔ البرھان فی علوم القرآن ۔ عیسی البابی ۔ القاھرہ ۔ ۱۹۵۷ء .

۲ ۔ البری : عبداللہ خورشید البری ۔ القرآن وعلومہ فی مصر ۔ دار المعارف القاھرہ ، ۱۹٦۹ء

۳ ۔ تجوید القرآن : علی بن محمد الحسینی کا رسالہ تجوید القرآن بزبان فارسی ۔ یہ رسالہ ایک ایرانی مصحف مترجم بترجمہ آقائی معزی کے ساتھ شامل ہے جسے کتابفروشی اسلامیہ ۔ تہران نے ۱۳۷۷ ھ میں شائع کیا تھا ۔

۴ ۔ تلخیص : علی بن عثمان ابن القاصح ۔ تلخیص الفوائد وتقریب المتباعد (شرح العقیلہ للشاطبی) مصطفی البابی ۔ القاھرہ ، ۱۳٦۸ھ

۵ ـ الخلیفه : دکتور یوسف الخلیفه ابوبکر الشنقیطی کا مقاله ,, الرسم القرآنی وضرورات التعلیم الناتجة عنه ،، جو سعودی عرب کے اخبار ,, المدینة المنورہ ،، کی اشاعت ۱۴ شوال ۱۴۰۱ ھ میں شائع ہوا تھا ۔

٦ ـ ابن درستویه : عبدالله بن جعفر النهیر بابن درستویه ـ کتاب الکتّاب ، مطبعه کاثولیکیه ـ بیروت ، ۱۹۲۷ء .

۷ ـ دلیل : ابراهیم بن احمد المارغنی ـ دلیل الحیران شرح مورد الظمآن ـ مکتبة الکلیات الازهریة ـ القاهره ـ ت ـ (سنه ندارد) .

۸ ـ ذنون : یوسف ذنون الموصلی کا مقاله ,, قدیم و جدید فی اصل الخط العربی وتطوره فی عصوره المختلفه ،، ـ جو عراق کے مجله ,, المورد ،، العدد الرابع ۱۴۰۲ ھ میں شائع ہوا ہے

۹ ـ الزرقانی : عبدالعظیم الزرقانی ، مناهل العرفان فی علوم القرآن ـ عیسی البابی ، القاهره ، ۱۳۷۲ھ .

۱۰ ـ الزرکلی : خیر الدین الزرکلی ، الاعلام ـ الطبعه الثالثه ـ بیروت ، ب ـ ت (سنه ندارد) .

۱۱ ـ سعودی مصحف : سعودی حکومت کا شائع کرده ,, مصحف المدینة النبویة ،، ۱۴۰٦ ھ

۱۲ ـ سمیر : علی محمد الضباع ، سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین ، مکتبه ومطبعة المشهد الحسینی ـ القاهره ـ ب ـ ت (سنه ندارد) .

۱۳ ـ صبحی : دکتور صبحی صالح ، مباحث فی علوم القرآن ، دار العلم للملایین ـ بیروت ، ۱۹٦۴ء .

۱۴ ـ عبود : انگریزی مراجع میں Abbot Nabia دیکھئے ـ

۱۵ ـ العقیلی : ابن الطاهر اسماعیل بن ظافر العقیلی ـ ,, فی مرسوم خط المصاحف ،، اداره تحقیقات اسلامی کا مخطوطه [مقاله کا پیراگراف ۱۲ (٦) اور حاشیه ۴۳ بھی ملاحظه فرما لیجیئے ـ]

۱٦ ـ غانم : غانم قدوری الحمد ، رسم المصحف ، دراسة لغویة تاریخیة ـ بغداد ، ۱۴۰۲ ھ یه کتاب عراق کی هجره کمیٹی نے شائع کی ہے ـ

۱۷ ـ الفرقان : محمد محمد عبد اللطیف (ابن الخطیب) الفرقان ، مطبعة دار الکتب المصریه ، القاهره ، ۱۳٦۷ ھ ـ ۱۹۴۸ء (حاشیه ٦۰ اور ۸۰ پر بھی نظر ڈال لیجئے) ـ

۱۸ ـ الفهرست : ابن الندیم ـ الفهرست ، المطبعة الرحمانیه بمصر ، القاهره ، ۱۳۴۸ھ

۱۹ ـ القاضی : عبدالفتاح القاضی ، تاریخ المصحف الشریف ، مکتبه ومطبعة المشهد الحسینی ، القاهره ، ب ـ ت (سنه ندارد)

۲۰ ـ قلقشندی : ابوالعباس احمد بن علی القلقشندی ـ صبح الاعشی فی کتابة الانشاء ـ وزارة الثقافة والارشاد القومی ـ مصر ۱۹٦۴ء

۲۱ ـ الکردی : محمد طاهر بن عبد القادر الکردی الخطاط ـ تاریخ القرآن ـ غرائب رسمه و حکمه ـ مصطفی البابی ـ القاهره ، ۱۳۷۲ ھ ـ ۱۹۵۳ء

۲۲ لبیب : دکتور لبیب السعید ـ الجمع الصوتی الاول للقرآن ، دار المعارف القاهره ، ب ت .

۲۳ ـ لیبی مصحف : حکومت لیبیا کا شائع کرده ,, مصحف الجماهیریه ،، ، طرابلس ، ۱۹۸٦ء .

۲۴ ـ مجلة : مجلة کلیة القرآن الکریم والدراسات الاسلامیة ـ بالجامعة الاسلامیة ، (المدینة المنوره) العدد الاول ، ۱۴۰۲ ھ

۲۵ ـ المصاحف : ابن ابی داؤد السجستانی ـ کتاب المصاحف ، المطبعه الرحمانیه بمصر ، ۱۳۵۵ ھ ـ ۱۹۳٦ء .

٢٦ - مصری مصحف : حکومت مصر کا شائع کردہ ,, مصحف الملک " القاھرہ ، ١٣٧٧ ھ

٢٧ - مقدمہ : علامہ عبدالرحمن ابن خلدون ـ مقدمہ کتاب العبر ، دار الکتاب اللبنانی ، بیروت ، ١٩٦١ء

٢٨ - المنجد : دکتور صلاح الدین المنجد ، دراسات فی تاریخ الخط العربی ، منذ بدایتہ الی نہایة العصر الاموی ـ دار الکتاب الجدید ـ بیروت ، ١٩٧٢ء .

٢٩ - المورد : وزارة الثقافة والاعلام ـ عراق کے سرکاری مجلہ المورد کا عدد خاص ـ العدد الرابع ، ١٤٠٧ ـ ١٩٨٦ء [المورد کے ١٩٨١ء کے ایک عدد سے بھی کچھ استفادہ کیا گیا ہے ـ اس کا ذکر وھیں کر دیا گیا ہے] ـ

٣٠ - المیسر : عبدالجلیل عیسی ـ المصحف المیسر ـ دار القلم ، القاھرہ ، ١٣٨٢ ھ

٣١ - نامی : خلیل یحیی نامی کا مقالہ ,, اصل الخط العربی و تاریخ تطورہ الی ما قبل الاسلام " جو مجلہ کلیہ الآداب ـ الجامعہ المصریہ کے شمارہ مئی ١٩٣٥ میں شائع ہوا تھا ـ

٣٣ - نخبہ : عبد الفتاح الخلیفہ ـ نخبة الاملاء ـ مطبعة المعاھد بمصر ، القاھرہ ، ١٣٣٥ھ ـ ١٩٢٦ء

٣٤ - نقشبندی : اسامہ ناصر النقشبندی کا مقالہ ,, مبدأ ظہور الحروف العربیة و تطورھا لغایة القرن الاول الھجری " جو عراق کے مجلہ المورد ـ العدد الرابع ١٤٠٧ ھ میں شائع ہوا ہے ـ

٣٥ - نامۂ آستان : نامۂ آستان قدس ، مشہد ـ ایران ، شمارہ ١ و ٢ دورہ نہم (محرم صفر ١٣٩١ھ)

٣٦ - یوسف علی : دیکھئے انگریزی میں Yusuf Ali

ENGLISH REFERENCES

1. Abbot, Nabia : The Rise of the North Arabic Script and its Karanic Development. Chicago, 1939
2. DENFFER, Ahmad Von : An Introduction to the Sciences of the Quran Islamic Foundation, Leicester (U. K), 1973.
3. Yusuf Ali, Allam .A : The Holy Quran, Translation & Commentry, Islamic Centre, Washington D. C (N.D.)